انا اور عشق کی جنگ
بقلم: ازماہی
Ig@aestheticnovels.online

اہم اعلان!

اس تحریر کے تمام جملہ حقوق محفوظ ہے۔ تحریر کاپی کرنے والے کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔ ہماری ویب سائٹ پہ اپنا مواد پبلش کروانے کے لیے ہمیں انسٹاگرام اکاؤنٹ پہ میسج کریں۔

IG@Aestheticnovels.online

انا اور عشق کی جنگ

از قلم: ازماہی

کہیں دل جیت کر، پھر توڑ دینا رسم ٹھہری ہے
محبت بھی یہاں پر شرط والی رسم ٹھہری ہے
انا کے سامنے جب دل جھکا، تو درد بولا تھا
یہاں ہر بات پر خاموش رہنا رسم ٹھہری ہے
وہ ضد میں تھا، وہ مغرور تھا، وہ کھیل سمجھا تھا
مگر اس بار دل کی ہار جیتا...رسم ٹھہری ہے
یقیں ٹوٹا، دعا چھوٹی، مگر آنکھیں نہیں روئیں
یہاں دکھ چھپ کے سہنا، مسکرا کر رسم ٹھہری ہے
سجدے میں گرا وہ شخص، جو خود کو خدا سمجھتا تھا
یہاں جب عشق جاگے، تب بکھرنا رسم ٹھہری ہے
کہانی ختم کب ہوتی ہے بس لفظوں کے ختم ہونے سے؟
یہاں تو یاد بن کے عمر بھر رہنا...رسم ٹھہری ہے

تعـــارف:

"یہ کہانی ہے دو دلوں کی... صاف دل نہیں، ان-اسے بھرپور دلوں کی۔
یہ کہانی ہے اُن ضدی اور لاڈلے سپوتوں کی، جنہوں نے محبت کو کبھی سنجیدگی سے لیا ہی نہیں۔"
ایک چیلنج تھا...

دوستوں کی محفل میں کی گئی ایک شرط...

ایک لڑکا، جسے کہا گیا کہ وہ ایک لڑکی سے دوستی کرے—بس کھیل سمجھ کر.

مگر وہ دوستی، نادانستہ طور پر محبت میں بدل گئی۔
اور وہ لڑکا...

اپنے آپ کو اُس معصوم سی لڑکی پر وار بیٹھا۔

وہ لڑکی—
جس نے تلخ ماضی کے بعد، ایک بار پھر اعتماد کیا تھا۔
مگر پھر.........

یقین ٹوٹا، دل ٹوٹا۔

اور وہ انا سے بھرا لڑکا...

جس نے زندگی کو ہمیشہ اپنی مرضی سے جیا،
آج اُسی لڑکی کی تکلیف پر رب کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔
معافی مانگی...
دل سے...
روح سے...

شاید اس بار، عشق کو جیتنے کا موقع دیا گیا تھا۔

وقت نے کھیل کھیلا، فاصلے بڑھے، زخم گہرے ہوئے،
مگر آخر کار،
دو پتھر دل—
ایک دوسرے کی محبت میں پگھل گئے۔

جہاں انا بکھر گئی،
جہاں غرور ٹوٹا،
وہیں محبت نے سر اٹھایا...
اور جیت گئی۔

یہ صرف ایک کہانی نہیں،
یہ عشق، انا، معافی اور جیت کا وہ سفر ہے،
جو دلوں میں ہمیشہ کے لیے نقش چھوڑ جائے گا

قسط نمبر1

صبح کے چار بجے کا وقت تھا۔
کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی، جب ماریہ نے آنکھیں آہستہ سے کھولیں۔ نیند ابھی بھی پلکوں پر ٹھہری ہوئی تھی، مگر اذانِ فجر کی مدھم سی آواز اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

وہ اٹھ بیٹھی، ایک جمائی لی اور اپنے گھنگرالے بالوں کو انگلیوں کی مدد سے سمیٹتے ہوئے اُنگلیوں ہی سے ایک ڈھیلا سا جوڑا بنانے لگی۔

"الحمدللہ... وقت پر آنکھ کھل گئی۔ فجر قضا نہیں ہوگی،" زیرِ لب کہتے ہوئے بولی۔ دبے قدموں سے کمرے سے نکلی اور وضو کے لیے واشروم کی طرف بڑھ گئی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ جائے نماز پر کھڑی تھی، آنکھوں میں نیند کی نمی اور چہرے پر روشنی کی چمک۔ نماز کے بعد وہ کچھ دیر سجدے میں ٹھہری رہی، جیسے کسی سے دل کی باتیں کر رہی ہو۔

"یا اللہ، آج کا دن آسان بنا... میری محنت میں برکت ڈال دے،" اس نے دل ہی دل میں دُعا کی۔

نماز سے فارغ ہو کر اس نے الماری سے قرآن نکالا اور نرمی سے ورق پلٹتے ہوئے تلاوت شروع کی۔ الفاظ جیسے کمرے کی خاموشی میں گونجنے لگے۔ ہر آیت پر اس کی روح سکون پاتی محسوس ہو رہی تھی۔

تلاوت مکمل ہونے پر اس نے قرآن بند کیا، چوم کر واپس الماری میں رکھا اور مسکرا کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"امی سو رہی ہوں گی... ناشتہ میں بنا لیتی ہوں،" اس نے خود سے کہا اور چولہے پر چائے رکھنے لگی۔

امی جاگیں تو حیرت سے پوچھا "اتنی صبح؟"

"فجر کے بعد نیند کا کیا فائدہ، امی... سوچا وقت ضائع نہ ہو،" ماریہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

گھر کے کام سمیٹنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں واپس آئی۔
یونیفارم نکالا، بیگ چیک کیا، اور بالوں کو پھر سے درست انداز میں باندھتے ہوئے آئینے میں خود کو دیکھا۔

"چلو، ایک نیا دن... ایک نیا امتحان،" اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
"لیکن دل کو سکون مل گیا... یہ آغاز ہی کافی ہے۔"

گھڑی نے صبح کے سات بجائے، مگر اسے جاگے ہوئے ایک زمانہ ہو چکا تھا۔ وہ آج معمول سے بھی زیادہ سنجیدہ لگ رہی تھی۔
آئینے کے سامنے کھڑی، اپنے گھنگرالے بالوں کو سلیقے سے سنوارتی ہوئی جیسے اپنے خیالات کو بھی ترتیب دے رہی ہو۔

"بس، پہلا دن ہے۔ سب کچھ اچھا ہو جائے گا... ان شاء اللہ،" اس نے خود سے سرگوشی کی، اور دھیرے سے اپنی کالی گہری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

اس کے چہرے پر ایک معصوم سکون تھا۔ وہ صرف ظاہری خوبصورتی نہیں رکھتی تھی، بلکہ وہ ایسی تھی جو خاموش رہ کر بھی دلوں پر اثر چھوڑ جائے۔ اس کی شخصیت میں ایک عجیب سا وقار تھا، جیسے کوئی بوسیدہ کتاب ہو جس کے صفحات پر خزانے چھپے ہوں۔

امی دروازے پر آئیں، ہاتھ میں دعا کا پانی لیے۔ "یہ پانی پی لو... اللہ برکت دے گا۔ اور ہاں، یہ دعا بھی پڑھ لینا۔"

ماریہ نے شکر گزار نگاہوں سے ماں کو دیکھا، پانی پیا، اور نرمی سے بولی "امی، دعا کیجیے گا... دل بہت تیز دھڑک رہا ہے۔"

امی نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ "میری بیٹی سب سے ذہین ہے، اللہ اس کا حافظ ہے۔ تمہارے بابا تم پر فخر کرتے ہیں۔"

بابا، جو دروازے کے قریب کھڑے خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے، آگے بڑھے۔

"ماریہ، محنت کبھی ضائع نہیں جاتی۔ ہم نے تمھیں ہمیشہ مضبوط دیکھا ہے۔ آج کا دن بس ایک قدم ہے اُس منزل کی طرف، جہاں تم پہنچنے کے لیے بنی ہو۔"

جی بابا جان اور دھیرے سے سر ہلایا۔ آنکھوں میں نمی، دل میں یقین اور چہرے پر ایک پر عزم خاموشی لیے، وہ بیگ اٹھاتی ہے۔

"اللہ کی امان میں،" وہ بولی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

دروازے کے باہر دھوپ سنہری تھی، جیسے آج کا دن خود اس کی کامیابی کے لیے چمک رہا ہو۔
وہ دروازے کے قریب کھڑی تھی، دوپٹے کو بار بار سنبھالتی، نگاہیں بار بار سڑک کی طرف ڈالتی۔

گاڑی ابھی تک نہیں آئی تھی۔

"یا اللہ، آج تو دیر نہ ہو جائے... پہلا پرچہ ہے،" اس نے دل میں سوچا اور ایک گہرا سانس لیا۔

موبائل نکال کر وقت دیکھا تو "سات بج کر پچیس منٹ... گاڑی کو تو اب تک آجانا چاہیے تھا۔"

اچانک ایک ہلکی سی گرد اٹھی اور سفید رنگ کی وین سڑک کے موڑ سے نمودار ہوئی۔

"اللہ کا شکر... آخر آ ہی گئی،" وہ زیر لب مسکرائی اور بیگ اٹھا کر تیزی سے وین کی طرف بڑھی۔

گاڑی میں سوار ہو کر اس نے خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کیا۔ راستے بھر وہ تلاوت شدہ آیات دہراتی رہی، جو صبح اس نے پڑھی تھیں۔ دل میں عجیب سا سکون تھا، مگر ساتھ ساتھ ہلکی سی گھبراہٹ بھی۔

"بہتر تو پڑھا ہے... اب سب اللہ کے حوالے،" اس نے خود سے کہا۔

ایگزیم ہال کے باہر جیسے ہی قدم رکھا، اُس کی نظریں اپنی دوستوں پر پڑیں۔ کنول، دعا اور زینب سب اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

کنول مسکراتے ہوئے بولی "ماریہ! بالکل آخری لمحے آنا تمھاری عادت بن گئی ہے!"

ماریہ ہنستے ہوئے نہیں یار "اس بار میری غلطی نہیں تھی، وین ہی لیٹ تھی... لیکن فکر نہ کرو، ذہن میں سب کچھ تازہ ہے۔"

کنول شرارت سے بولی "بس پرچے میں زبان نہ لڑکھڑائے!" اسکی بات کو کاٹتے ہوئے پر اعتماد سے "زبان نہیں... قلم بولے گا آج!"

سب ہنستے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔ پرچہ شروع ہوا تو ماریہ نے بسم اللہ کہہ کر قلم اٹھایا۔ سوالات اُسے مانوس لگے، اور جیسے جیسے وقت گزرتا گیا، اس کی گھبراہٹ ختم ہوتی گئی۔

جب پرچہ ختم ہوا، اس نے گہری سانس لی اور آسمان کی طرف دیکھا۔

"شکر ہے، یا اللہ! تُو نے آسانی عطا فرمائی،" اُس کے لبوں پر خاموش دُعا تھی۔

باہر آکر دوستوں نے اُس سے پوچھا کیسا گیا پھر؟

"جیسا سوچا تھا، اُس سے بہتر۔"

کنول مذاحیہ انداز میں "چلو، اب تو کینٹین کا حق بنتا ہے۔ دماغ کو چینی چاہیے!"
ہاں یار!" کینٹین کی چائے... اور پکوڑے، آج تو سب حلال ہیں!"

کینٹین میں سب نے ہنسی مذاق کے ساتھ کچھ کھایا، اور پھر وہ بیگ اُٹھاتے ہوئے بولی "چلو، گھر چلتے ہیں... اگلا معرکہ کل ہے!"

دوپہر کی دھوپ میں وہ گاڑی کی طرف بڑھی، دل میں سکون، چہرے پر مسکراہٹ اور ہاتھوں میں اگلے دن کی محنت کا عزم۔

گاڑی جیسے ہی دروازے پر رکی، ماریہ دھیرے سے نیچے اتری۔ چہرے پر تھکن کی چھاپ تھی، مگر اندر کچھ اور ہی ٹوٹ پھوٹ مچی تھی۔

"آ گئی شہزادی؟ پرچہ کیسا ہوا؟" فوزیہ بیگم دروازے کو کھولتے ہوئے بولی

جی امی "ٹھیک ہو گیا، الحمدللہ۔ تھوڑا تھک گئی ہوں، ظہر پڑھ کے سو جاتی ہوں۔"

نماز کے بعد وہ اپنے کمرے میں گئی۔ پردے برابر کیے، چادر اوڑھی اور بستر پر لیٹ گئی۔ آنکھیں بند کیں مگر نیند کوسوں دور تھی۔ کمرے میں سناٹا تھا... بالکل ویسا ہی جیسے اُس کے دل میں تھا۔

کبھی یہی ماریہ تھی جو گھر میں قہقہے بکھیرتی، چھوٹے بھائی کو گُدگُدی کر کے ہنساتی، اور ابو کو اسکول کی کہانیاں سناتے ہوئے تھکتی نہ تھی۔ اب وہ خاموشی سے آتی، خاموشی سے جاتی۔

امی اکثر سوچتی تھیں:

"یہ وہی ماریہ ہے نا... جو چائے کا کپ بھی ہنسی کے بغیر نہیں پیتی تھی؟ آخر کیا ہو گیا ہے اِسے؟"

مگر ماریہ کچھ نہ کہتی۔ شاید وہ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

ایک شام، جب سورج غروب ہونے کے قریب تھا، وہ چھت پر کھڑی تھی۔ دھوپ کی آخری لہر اُس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ کنزہ کی یاد ایک دفعہ پھر دل میں اُبھر آئی۔

"کنزہ..." وہ آہستہ سے بولی، جیسے وہ سامنے کھڑی ہو۔

"یاد ہے ہم نے کہا تھا، کہ کبھی الگ نہیں ہوں گے؟ ہم تو ایک دوسرے کے بغیر سانس لینے کا بھی تصور نہیں کرتے تھے..."

آنسو پلکوں سے ڈھلکنے کو تھے، مگر اُس نے روکا۔

"پھر ایسا کیا بدل گیا؟ کیا وہ سب جھوٹ تھا؟ نہیں... جھوٹ تو نہیں تھا، لیکن شاید وقت نے ہمیں بدل دیا۔"

یادیں اس پر وار کر رہی تھیں... کنزہ کی ہنسی، اُس کا "ماریہ میری جان!" کہنا، وہ دوپٹہ بانٹ کر ایک ساتھ سائیکل چلانا، وہ چھوٹے چھوٹے راز... سب ایک لمحے میں بکھر گئے تھے۔

امی چھت پر آئیں اور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا:

"بیٹا، کچھ بات ہے جو تم ہمیں نہیں بتاتیں؟"

وہ چہرہ موڑتے ہوئے "امی، کچھ باتیں بتانے سے بہتر ہوتا ہے سہہ لینا... کیونکہ نہ ہر درد کی دوا ہوتی ہے، اور نہ ہر تعلق کی وضاحت۔"

امی جان آہ بڑھتے ہوئے "زندگی بہت چھوٹی ہے، بیٹا... کسی کو دل سے جانے نہ دینا اگر وہ سچ میں اپنا ہو۔"

ماریہ خاموش رہی۔ اُس نے سیکھ لیا تھا کہ سب کو الزام نہیں دیا جاتا۔ کبھی وقت، کبھی حالات، تو کبھی رشتوں کے آس پاس کی دیواریں خاموشی سے بچھڑنے کی وجہ بن جاتی ہیں۔

رات کو، وہ اپنی ڈائری کھولتی ہے۔ قلم اٹھاتی ہے، اور لکھتی ہے:

"میں وہ نہیں ہوں جو وفا کے بدلے شکایت کرتی ہے...
میں وہ ہوں جو بچھڑنے پر بھی خاموشی سے دعا دیتی ہے۔
کیونکہ سچ یہ ہے—
دل ٹوٹا ہے، پر محبت سے یقین نہیں ٹوٹا۔"

صفحہ بند کیا، آنکھیں بند کیں، اور دل میں ایک دُعا کے ساتھ سو گئی:

"اللہ! جس کو بھی میرے نصیب میں رکھ، اُسے کبھی میری خاموشی کا مفہوم سمجھنے کی توفیق دے۔"

"وہ جدا تو ہوئی، مگر شکوہ نہ کیا...

دل ٹوٹا ضرور، پر محبت پر یقین قائم رہا۔"

صبح کے چھ بج رہے تھے۔ سورج کی کرنیں کھڑکی کے شیشے سے چوری چوری اندر جھانکنے لگیں، مگر کمرا اب بھی نیم اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔

بستر پر ایک نوجوان بے فکری کی نیند سو رہا تھا۔ سلکی بال تھوڑے بکھرے، چہرے پر ہلکی سی داڑھی، اور لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ جیسے کوئی خواب جیت رہا ہو۔

دروازہ آہستگی سے کھلا۔ طٰحہ کی ماں دبے قدموں اندر داخل ہوئیں۔ ہاتھ میں پانی کا گلاس اور چہرے پر دنیا کی ساری ممتا سجی ہوئی۔

وہ اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے آہستہ سے بولیں:

"اٹھ جاؤ شہزادے... آج پہلا پرچہ ہے تمھارا۔"

طٰحہ نے آنکھیں بند کیے ہی ہلکی آواز میں کہا:

"امی، پرچہ ہے... جنگ تھوڑی!"

ماں مسکرا دیں، لیکن چہرے پر تھوڑی سی فکر نمایاں تھی۔

"پر بیٹا، وقت پر پہنچنا ضروری ہوتا ہے، سب کچھ وقت پر ہو تو انسان جیتتا ہے... جیسے تم چاہتے ہو، ہمیشہ جیتنا۔"

طحٰہ نے آنکھیں کھولیں، بھوری آنکھوں میں نیند اور غرور کا عجیب امتزاج تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھا، اور مسکراتے ہوئے بولا:

"جیتنے کے لیے وقت کی نہیں، دماغ کی ضرورت ہوتی ہے، امی... اور وہ میرے پاس ہے۔"

ماں خاموش ہو گئیں۔ وہ جانتی تھیں، یہ وہی طحٰہ ہے جو کسی کی سنتا نہیں، بس اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ ضدی، انا پرست اور حد سے زیادہ خود پسند۔

آئینے کے سامنے کھڑا ہو کر وہ اپنے بال سنوارنے لگا۔ اپنی ہی مسکراہٹ کو آئینے میں دیکھتے ہوئے زیرِ لب بولا:

"جنگ ہو یا زندگی... میں کبھی نہیں ہارتا۔ اور محبت؟ وہ کمزوروں کا کھیل ہے، جو ہارنے سے ڈرتے ہیں۔"

ایک لمحے کو وہ رُکا، جیسے کسی یاد نے چُھوا ہو... مگر فوراً پلکیں جھپکائیں اور کہا:

"جذبات... صرف کھیل کے مہرے ہیں، اور میں ہمیشہ بادشاہ کھیلتا ہوں۔"

پھر اُس نے بیگ کندھے پر ڈالا، اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا:

"امی، دعا کر دینا... لیکن فکر مت کرنا، تمھارا بیٹا کبھی ہارتا نہیں۔"

ماں دروازے کے پاس کھڑی اُس کی پشت کو دیکھ رہی تھیں... ایک ایسا بیٹا، جسے دنیا دیکھ کر رشک کرتی تھی... مگر وہ ماں تھیں، وہ جانتی تھیں کہ طحہٰ جیتتا ضرور ہے — مگر اندر سے کہیں، بہت اکیلا ہے۔

وہ پرچہ مکمل کر چکا تھا۔ ذہن ہلکا محسوس ہو رہا تھا، اور دوستوں کے ساتھ سائیڈ پر بیٹھ کر لنچ کرتے ہوئے وہ ہنسی مذاق میں مصروف تھا۔

"یار، پرچے کے شروع میں تو لگا فیل ہی ہو جاؤں گا!" کاشف نے ہنستے ہوئے کہا۔

طحہٰ نے ایک نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا، "فیل تو ہم تب ہوں جب تیاری ہو۔ تُو تو بغیر پڑھے ہی ہیرو بنتا ہے۔"

سب دوست ہنس پڑے۔ فضا میں بے فکری تھی۔ لیکن اسی لمحے، ایک لڑکا ہانپتا کانپتا دوڑتا ہوا آیا۔ پسینے میں شرابور، سانسیں بے ترتیب۔

"ط... طحہٰ بھائی..." وہ رُک رُک کر بولنے لگا، "و... وہ... علی... کو... مار... رہے ہیں۔۔۔ کالج کے... مین گیٹ پر۔۔۔"

طحہٰ کی آنکھوں میں یکدم سنجیدگی اتر آئی۔ اس نے ہاتھ میں رکھا ہوا لنچ باکس زمین پر رکھ دیا۔

"کیا کہا تُو نے؟ علی کو؟" اس کی آواز میں غصے کی جھلک تھی۔

"جی... تین چار لڑکے... بری طرح... مار رہے ہیں..."

طحہٰ بجلی کی سی تیزی سے کھڑا ہوا، "چلو سب، میرے ساتھ!" وہ دھاڑا۔

سب دوست بغیر سوال کیے اُس کے پیچھے لپکے۔ طحہٰ لمبے ڈگ بھرتا، تیزی سے کالج کے مین گیٹ کی جانب بڑھا۔

"کس کی مجال ہے کہ میرے دوست کو ہاتھ لگائے؟!" وہ خود سے بڑبڑایا، اس کی آنکھوں میں آگ بھڑکنے لگی تھی۔
طحہٰ کی آنکھوں کے سامنے علی کو زمین پر گرا ہوا، بے بس اور زخمی دیکھ کر جیسے اس کے صبر کا بندھن ٹوٹ گیا۔

"تمھاری علی پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت کیسے ہوئی؟!" طحہٰ غرایا۔

اگلے ہی لمحے، اس نے ایک زوردار مکا اُس لڑکے کے منہ پر رسید کیا جو علی کے سینے پر گھونسے برسا رہا تھا۔

"آآہ!" لڑکا چیخا۔ اُس کی ناک سے خون بہنے لگا، لیکن طحہٰ رکا نہیں۔

"تمھیں لگتا ہے کہ ہم خاموش رہیں گے؟!" طحہٰ کی آواز میں طوفان تھا۔ اُس کے ہاتھ مسلسل حرکت میں تھے۔

"طحہٰ! بس کر! چھوڑ دے!" یسین نے پیچھے سے پکڑنے کی کوشش کی، مگر طحہٰ کی گرفت فولادی ہو چکی تھی۔

علی زمین پر نیم بیہوش پڑا تھا، اور طحہٰ کے ہاتھوں سے جیسے غضب برس رہا تھا۔

اتنے میں کالج کی سیکیورٹی دوڑتی ہوئی آئی۔ ایک سیکیورٹی گارڈ نے فوراً بیچ میں آ کر طحہٰ کو پیچھے کھینچا۔

"بس لڑکے! بس کرو، مار ہی ڈالو گے کیا؟!" گارڈ چیخا۔

طحہٰ ہانپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے تھے، اور بایاں ہاتھ بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔

"اگر علی کو کچھ ہوا نا..." اس کی آواز کپکپا رہی تھی، "تو میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

گارڈ نے زخمی لڑکے کو سائیڈ پر کیا اور دوستوں نے طحہٰ کو سنبھالا۔

"چل طحہٰ، پہلے بینڈیج کروا لے... خون رکنے کا نام نہیں لے رہا۔" حمزہ نے پریشانی سے کہا۔

کلینک روم میں طحہٰ خاموش بیٹھا رہا، جب نرس اس کے ہاتھ پر پٹی باندھ رہی تھی۔

"ایسا مت کرنا یار اگلی بار... ہم پہلے بات بھی کر سکتے تھے۔" علی نے کمزور آواز میں کہا۔

طحہٰ نے اس کی طرف دیکھا اور آہستگی سے بولا، "جس نے تجھے مارا، اسے برداشت کیسے کرتا؟ تُو تو بھائی ہے میرا۔"

علی کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا... بہت کچھ کہا بغیر الفاظ کے۔

بینڈیج مکمل ہوتے ہی سب دوست اکٹھے کالج گیٹ سے باہر نکلے۔

"اب سیدھا گھر چلیں؟" یسن نے کہا۔

طٰحہ نے گہرا سانس لیا، "ہاں... مگر ایک بات یاد رکھنا... ہمارے بیچ اگر کسی نے انگلی بھی اٹھائی نا... تو جواب صرف لفظوں میں نہیں ملے گا۔"

سب خاموشی سے چل دیے۔ اور ہوا میں ایک عجیب سی سنجیدگی تیر گئی تھی۔

شام جیسے ہی وہ گھر پہنچا، سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ جوتے ایک طرف پھینکے، کپڑے بدلے، اور شاور لیتے ہوئے سارا دن جیسے بدن سے دھل سا گیا۔ شاور کے بعد وہ ہلکا سا نیلا کرتا اور سفید شلوار پہن کر کھانے کی ٹیبل کی طرف آیا۔

ڈائننگ ٹیبل پر پہلے سے سب موجود تھے۔

"چلو جناب! شہزادہ سلامت کو بھی کھانے کی یاد آگئی،" حماد نے مسکراتے ہوئے چٹکی لی۔

طٰحہ نے ہنستے ہوئے کہا، "آپ کی شان میں تاخیر ہوگئی، حضور!"

جواد نے طنز کیا، "ہاتھ میں کیا چھپا رہے ہو، بادشاہ سلامت؟"

طحہٰ فوراً سنبھل گیا، اور آستین اور ہاتھ میز کے نیچے کرتے ہوئے بولا، "کچھ نہیں، بس یوں ہی... ٹھنڈ لگ گئی تھی۔"

امّی نے نرمی سے پوچھا، "طحہٰ بیٹا، تمھیں کچھ ہوا تو نہیں؟ چہرہ کچھ تھکا ہوا لگ رہا ہے۔"

طحہٰ نے نظریں چراتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی، "نہیں امی، بس پیپر کا دباؤ ہے۔"

بابا، جو خاموشی سے کھانے میں مصروف تھے، اچانک بولے، "دباؤ تو رہے گا، بیٹا۔ مگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو چھپانا نہیں چاہیے۔ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔"

طحہٰ نے سر ہلایا، مگر وہ جانتا تھا کہ اگر بابا کو ہاتھ کی چوٹ کے بارے میں پتا چلا تو سوالات کا طوفان آجائے گا۔

کھانے کے بعد وہ آہستہ سے اٹھا اور بولا، "امی، ذرا کمرے میں جا رہا ہوں، کل کے پیپر کی تیاری بھی باقی ہے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا، پڑھائی کر لو، لیکن نیند کا بھی خیال رکھنا۔" امی نے پیچھے سے آواز دی۔

کمرے میں آکر وہ کچھ دیر موبائل فون پر سکرول کرتا رہا۔ دوستوں کے میسجز، آج کے واقعے کے چرچے، اور کچھ تصویریں... مگر اُس نے موبائل سائیڈ پر رکھا اور گہرا سانس لیتے ہوئے کتابیں کھول لیں۔

"کل کا پیپر آسان ہونا چاہیے... مگر حساب میں اگر ایک سوال بھی اُلجھ گیا تو پورا پرچہ خطرے میں پڑ جائے گا،" وہ خود سے بڑبڑایا۔

کچھ گھنٹے کی توجہ طلب پڑھائی کے بعد، جب آنکھیں بوجھل ہو گئیں، اُس نے کتابیں بند کیں اور لیٹ گیا۔ کمرے کی لائٹ مدھم تھی۔ پنکھے کی ہلکی آواز میں نیند جیسے آہستہ آہستہ اُسے گود میں لینے لگی۔

اور پھر، جیسے ہر رات، وہ گھڑی کی سوئی کے مطابق ٹھیک 9 بجے نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔
صبح کی روشنی نے کمرے میں خاموشی سے قدم رکھا تھا، جب طحہٰ کی آنکھ کھلی۔ سامنے یٰسین گورائیہ کو کھڑے دیکھ کر وہ چونک گیا۔

"اُفف بھائی! تُو ہے یا موت کا فرشتہ؟ آنکھ کھولتے ہی سامنے آ گیا!" طحہٰ نے لحاف سرکاتے ہوئے کہا۔

یٰسین ہنسا، "ابے اُٹھ جا! ورنہ آج بھی پیپر کے دن تُو میری بائیک پر ہی لفٹ مانگے گا!"

طحہٰ نے سستی سے کہا، "چل بھائی، بس دس منٹ اور۔۔۔"

یٰسین نے تکیہ اس پر دے مارا، "دس منٹ والے لڑکے، ایک دن تُو امتحان میں دیر سے آ کر مر جائے گا!"

دونوں کا ہنسی مذاق بچپن جیسا ہی تھا۔ تیار ہو کر کالج کے لیے نکلے تو گلیوں میں ان کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

کالج پہنچنے پر، بریک کے وقت وہ اپنے گروپ "گینگسٹرز" کے ساتھ کینٹین کے کونے والی مخصوص جگہ پر آ بیٹھے۔

محفل جم چکی تھی۔ سب کی باتوں کا مرکز محبت، عشق اور تازہ "دل کی خبریں" تھیں۔

فیضان نے مسکرا کر طحہٰ کی طرف دیکھا، "طحہٰ بھائی، سنا ہے کالج میں نئی لڑکیاں آئی ہیں، لیکن آپ تو اتنے معصوم ہیں کہ شاید کسی سے آنکھ بھی نہ ملا سکو۔"

دوسرا دوست، سرمد، زور سے قہقہہ مار کر بولا، "ہاں بھائی! یہ تو ہمارے گروپ کا واحد سنت لڑکا ہے، جس کی فرینڈ لسٹ میں بھی صرف مرد حضرات ہیں!"

سب ہنسنے لگے۔ طحہٰ نے گردن بلند کی، چہرے پر غرور اور آنکھوں میں چمک تھی۔

"بات سنو فیضان..." وہ آہستگی سے بولا، "اگر میں چاہوں نا... تو وہ بھی میری دوست بنے گی جسے تم چھو بھی نہیں سکتے!"

محفل میں ایک لمحے کو خاموشی چھاگئی، جیسے کسی نے آگ لگادی ہو۔

فیضان نے آنکھیں تنگ کر کے کہا، "اوہ... واہ! پھر تو یہ بات چیلنج والی ہو گئی۔"

طحہٰ نے کندھے اچکائے، "تو چیلنج سمجھ لو۔"

فیضان نے انگلی سے اشارہ کیا، "ایک لڑکی کو دوست بنا، ایسی کہ واقعی دل سے دوستی ہو... کوئی ہائے ہائے والی بات نہیں، اصل کنکشن!"

طحہٰ نے مسکرا کر نظریں ملائیں، "چیلنج قبول ہے... اور یاد رکھنا، میں جب کچھ کرتا ہوں، تو صرف جیتنے کے لیے کرتا ہوں۔"

سرمد نے قہقہہ لگایا، "اوئے اوئے! اب دیکھو طٰحہٰ کا پہلا عشق، یا اُس کی پہلی ہار؟"

محفل ایک بار پھر ہنسی سے گونجنے لگی، لیکن طٰحہٰ کے چہرے پر اب صرف ایک رنگ تھا: سنجیدگی۔

آغ ـــــــ ازِ عشق

11 ستمبر 2022 – رات 11:26 بجے

ماریہ بستر پر لیٹی انسٹاگرام پر اسکرول کر رہی تھی۔ نوٹیفکیشنز سے بھرا ہوا انباکس اب اس کے لیے نیا نہیں تھا۔ ہزاروں فالوورز، روزانہ کی درجنوں ریکویسٹس اور اسٹوریز پر سینکڑوں ریپلائیز ــــ سب معمول کا حصہ بن چکا تھا۔

"پھر کوئی ہو گا جو بس دل کی باتوں پر شاعری چپکا کر گیا ہے..." وہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

ریکویسٹ انباکس کھولتے ہوئے اچانک ایک نام پر نظر ٹک گئی:

"Taha._x"

پروفائل کھولی، اسٹوریز پر ردعمل بھی موجود تھا—"بہت خوبصورت لکھتی ہو، اور تمھاری آنکھوں میں خاموش طوفان ہے..."

"ہونہہ..."اس نے بے نیازی سے ریکویسٹ قبول کی۔

چند لمحوں بعد نوٹیفکیشن آیا:

"شکریہ"

اس نے جواب دیناضروری نہ سمجھا، موبائل سائیڈ پر رکھ دیا اور نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی۔

اگلی رات–12 ستمبر، رات 10:39 بجے
فون ہاتھ میں لیا تو دیکھا:

Hi

ماریہ نے انگلی سے اسکرین کو تھوڑا نیچے کھسکایا، اور ٹائپ کیا:

"جی کون؟"

جواب فوراً آیا: "جی میں انسان۔

میں نے کب کہا کہ آپ حیوان ہیں؟"

ماریہ ہولے سے مسکرائی، لیکن سنجیدہ انداز میں آگے بڑھنے لگی:

"لڑکا یا لڑکی؟" اسنے (طحہٰ) پوچھنا چاہا۔

"لڑکی ظاہر ہے۔" اور آپ؟"

"لڑکا" جواب دیتے ہی اسکا نام پوچھا، آپ کا "نام؟"

"ماریہ۔ اور آپ؟"

"طحہٰ"۔۔۔۔۔۔۔

"کہاں سے ہیں ماریہ؟"

میں "سیالکوٹ" سے ہوں۔

ایک لمحے کو طحہٰ کا دل اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں جگمگا اٹھیں۔ "کیا واقعی؟ میں بھی سیالکوٹ سے ہوں!"

"ہمم..."

اور پھر کچھ لمحے خاموشی چھا گئی۔
وہ اب گفتگو ختم کرنے کے موڈ میں تھی۔

"میسج کرنے کی کوئی خاص وجہ؟"

"فرینڈشپ کے لیے"

ماریہ کا لہجہ یکدم بدل گیا۔ خشک، سخت اور دوٹوک:

"سوری، میں دوست نہیں بناتی۔"

طحہٰ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ مگر اُس کی آواز ابھی بھی نرم تھی:

"مگر کیوں؟" "ہم بن جاتے ہیں نا...؟"

اُس کا لہجہ معصوم، شاید تھوڑا بے بس بھی تھا۔

لیکن جواب ایک لفظ کا تھا، مگر وزنی:

"نہیں۔"

اور بس... چیٹ وِنڈو خاموش ہو گئی۔

رات گئے، طحہٰ اپنے بستر پر لیٹا، موبائل اس کے ہاتھ میں تھا۔

"نہیں؟" اُس نے خود سے کہا، "مجھے کوئی نہیں کہتا... نہ کبھی کہا۔"

وہ اپنی سوچ میں گم تھا۔ وہ طحہٰ، جو کبھی ہارا نہیں تھا، آج صرف ایک لفظ سے زمین پر آ گرا تھا۔

"یہ اب صرف دوستی نہیں رہی... یہ انا ہے... چیلنج ہے۔"

"تمھیں دوستی پر یقین دلانا پڑے گا، ماریہ۔ تمھیں دکھانا پڑے گا کہ سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔" دل میں سرگوشی کی تھی۔

دوسری طرف...ماریہ نے موبائل بند کیا، اور گہری سانس لی۔
آئینے میں خود کو دیکھتے ہوئے زیرِ لب کہا:

"سب ایک جیسے ہوتے ہیں... جس کا جتنا کیا جائے، وہ اتنا ہی جلدی چھوڑ دیتا ہے۔"

"اب کسی پر بھروسہ نہیں۔ کوئی مسیحا نہیں، سب لمحاتی ہوتے ہیں...عارضی۔"

وہ کتابیں کھول کر بیٹھ گئی، اور چیٹ ونڈو کو بغیر دیکھے بند کر دیا۔ اُس کے لیے اب جذبات عیاشی بن چکے تھے، اور وہ خود، اپنے درد کے ساتھ اکیلی۔

کالج کا دوسرا سال شروع ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں باقاعدگی سے کالج جاتے تھے۔ دن بھر کی مصروفیات کے بعد رات ہی وہ وقت ہوتا تھا جب دونوں کو بات کرنے کا موقع ملتا۔

رات کے کسی پہر طحہٰ نے میسج کیا: "ہیلو! کیسی ہیں آپ، ماریہ؟"

"الحمدللہ... آپ کیسے ہیں؟"

"جی میں بھی ٹھیک۔ کیسا گزرا آپ کا دن ؟"

"جیسے روز گزرتا ہے۔"

مسکراتے ہوئے "او اچھا! تو پھر کیا سوچا آپ نے، ماریہ ؟"

حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا "کس بارے میں ؟"

سنجیدگی جمائے کہہ رہا تھا "دوستی کرے گی آپ مجھ سے ؟"

ماریہ کا چہرہ سخت ہو گیا۔ اس نے غصے سے جواب دیا:

جواباً اس نے کہا "نہیں !"

آپ مجھ سے دوستی کیوں نہیں کرنا چاہتیں ؟

دنیا میں اور بھی لڑکیاں ہیں، ان سے جا کر کرلیں دوستی، اگر اتنا ہی شوق ہے آپ کو! اس کے الفاظ تلخ تھے، لہجہ کاٹ دار۔

"مگر دل تو ایک ہی ہوتا نا..."

"مطلب؟"

"بس آپ میری دوست بن جائیں... صرف دوست... پلیز۔"

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ پھر اسکرین پر ایک لفظ نمودار ہوا "**OK**"

"میں سونے لگی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ نیٹ بند کر گئی۔

طحہٰ کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

خود کلامی کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "فائنلی... اس نے **OK** کر ہی دیا...!"

اگلی صبح کالج کے لان میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا وہ مغرور لہجے میں بولا: "لو جی، بنا لی دوست!"

ایک قہقہہ لگا کر وہ مزید گویا ہوا:

"طحہٰ گوندل آج تک کسی چیلنج میں نہیں ہارا، اور نا ہی کبھی ہارے گا!"

چیلنج وہ جیت چکا تھا۔ گروپ میں اعلان بھی کر چکا تھا۔

مگر رات ڈھلتے ہی... سب کچھ بدل سا گیا تھا۔

اپنے کمرے کی چھت تکتے ہوئے طحہٰ کے لبوں پر ایک دھیمی مسکراہٹ تھی، لیکن دل... وہ عجیب الجھن میں تھا۔

دل میں سوچتے ہوئے "عجیب بات ہے... بس ایک **OK** کہا تھا اس نے... اور میں پاگلوں کی طرح خوش ہوں؟"

اس نے موبائل اسکرین آن کی، وہی میسج دیکھا: "**OK**"

اتنا خشک سا جواب تھا، کوئی ایموجی بھی نہیں، نہ دل، نہ مسکراہٹ... لیکن پھر بھی اس کی دل کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

اپنے دل کو سمجھاتے ہوئے "بس ایک چیلنج تھا... جیت گیا ہوں... بات ختم!"

مگر دل نے سرگوشی کی: "تو پھر یہ خوشی کیسی؟ نیند کیوں نہیں آرہی؟"

وہ کروٹ پر کروٹ بدلتا رہا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

"ایسا کیا خاص تھا اس 'OK' میں؟ نہ کوئی بات ہوئی، نہ ہنسی مذاق، نہ دلچسپی۔۔۔ پھر بھی یہ دل کیوں اتنا مطمئن ہے؟"

چند لمحے خاموشی کے بعد خود سے بولا: "شاید... شاید وہ مجھے پسند آگئی ہے..."

پھر فوراً جھٹکا اور (مسکراتے ہوئے) بولا "نہیں یار! بس ایک چیلنج تھا۔ تھوڑا جذباتی ہو رہا ہوں، کچھ نہیں ہے ایسا۔۔۔"

لیکن حقیقت یہ تھی کہ کچھ نہ کچھ تو تھا۔

کچھ ایسا جو دل میں خاموشی سے جگہ بنا رہا تھا۔

اور وہ خود بھی یہ ماننے سے ڈر رہا تھا۔

مگر وہ رات... وہ "OK" والا میسج... اور اس کے بعد کی بے خوابی—

یہ سب کچھ خود گواہی دے رہا تھا کہ طحہٰ گوندل کے دل میں ماریہ نام کی کوئی نرم سی جگہ بنا چکی تھی۔

☆☆☆☆

اتوار کی صبح تھی۔ گھر کی خاموشی میں چائے کے اُبلنے کی آواز گونج رہی تھی۔ ماریہ چولہے کے سامنے کھڑی ناشتہ تیار کر رہی تھی، لیکن ذہن کسی اور دنیا میں تھا۔
چمچ ہاتھ میں تھا، آنکھیں کہیں اور۔ "کیا میں نے ہاں کر کے غلطی تو نہیں کی؟ آخر اسے مجھ سے ہی کیوں دوستی کرنی تھی؟ دنیا میں اور بھی لڑکیاں ہیں۔۔۔"

اچانک دل نے سرگوشی کی: "لیکن اس نے بار بار صرف تم سے کہا، کسی اور سے نہیں۔۔۔"

اس نے سر جھٹک دیا۔

"اور وہ اتنی منتیں کیوں کر رہا تھا؟ میں نے منع بھی کیا تھا، صاف انکار کیا... پھر بھی باز نہیں آیا۔۔۔ آخر کیوں؟"

سوچوں کا طوفان تھا، جواب کہیں دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اسی لمحے ثناء نے پیچھے سے آواز دی "آپی! آپی! سن رہی ہیں؟"

ماریہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ اتنی گم تھی کہ آواز تک نہ سن پائی۔

چند لمحے بعد ثناء نے آکر کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "آپی جان! کیا ہوا ہے؟ کہاں کھو گئی آپ؟"

اور وہ چونک گئی۔ جیسے کسی نے نیند سے جگایا ہو۔ "ک۔۔ کہیں نہیں۔۔۔ کچھ نہیں۔" بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگی

ثناء نے اسے غور سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔

ناشتہ مکمل ہونے کے بعد، سب نے دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ مگر ماریہ خاموش رہی۔ وہ مسکراتو رہی تھی، مگر وہ مسکراہٹ خالی تھی۔

ناشتہ ختم ہوتے ہی وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔ دروازہ بند کیا اور پلنگ پر بیٹھ گئی۔

کھڑکی سے آتی دھوپ میں، وہ ایک بار پھر گہری سوچ میں ڈوب چکی تھی...

☆☆☆☆☆☆

تین دن سے اس نے انسٹاگرام پر کچھ پوسٹ نہیں کیا تھا۔ نہ کوئی اسٹوری، نہ کوئی اپڈیٹ۔

طحٰہ بار بار اس کا پروفائل چیک کرتا، اور ہر بار مایوسی اس کے حصے میں آتی۔

"آخر کہاں چلی گئی ہو تم؟ خیریت تو ہے؟ کہیں ناراض تو نہیں ہو گئی؟" وہ خود ہی سے باتیں کیے چلا جا رہا تھا

تین دن بعد، جب ماریہ نے انسٹاگرام کھولا تو دیکھا کہ انباکس میسجز سے بھرا ہوا تھا۔

"ہیلو؟"

"کہاں ہو آپ؟"

"ٹھیک ہو؟"

"میری تو جان ہی نکل گئی ہے فکر میں!"

اس نے صرف ایک مختصر سا جواب دیا:

"جی، میں ٹھیک ہوں۔"

اور فون سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

ادھر طحٰہ، جو پچھلی تین راتوں سے سو نہیں سکا تھا، جیسے ہی اس کا میسج دیکھا تو سکھ کا سانس لیا۔

دل ہی دل ہی میں "شکر ہے... کم از کم جواب تو دیا!"

اس نے فوراً ٹائپ کیا" آپ کہاں تھیں؟ میرا برا حال ہو گیا تھا۔ برے برے خیالات آ رہے تھے دماغ میں۔"

رات نو بجے دونوں کے درمیان بات ہوئی۔"کالج کے کچھ ٹیسٹ چل رہے تھے، اسی لیے ٹائم نہیں ملا۔"

"لیکن آپ ایک میسج تو کر سکتی تھیں... میں واقعی بہت پریشان ہو گیا تھا۔"

"تو آپ کو کس نے کہا تھا میرے لیے پریشان ہوں؟" سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے بولی

"کسی نے نہیں... لیکن اگر آپ کو میری فکر کرنا برا لگا ہو تو... سوری۔"

ایک پل کے سکوت کے بعد ماریہ کا لہجہ نرم پڑا۔"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں... ویسے... اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں آپ کو دیکھنا چاہتی ہوں۔"

لیکن اس سے پہلے کہ طحہٰ کچھ جواب دیتا، اس نے نیٹ بند کر دیا تھا۔

ماریہ نے چند لمحے اس کا انتظار کیا، پھر آہستگی سے میسج ٹائپ کیا" اللہ حافظ..." اور فون رکھ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔

کچھ ہی دیر میں نیند اس کی آنکھوں پر دستک دے چکی تھی۔

صبح کی نرم دھوپ کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ جیسے ہی طحہٰ کی آنکھ کھلی، اس کا پہلا خیال ماریہ کی طرف گیا۔

اُس نے فوراً موبائل اٹھایا اور واٹس ایپ کھولا۔" السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ سوری، میں کل رات کو نیند میں تھا۔"

چند لمحوں بعد ہی جواب موصول ہوا۔" وعلیکم السلام! الحمدللہ، میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"

"جی میں بھی ٹھیک ہوں الحمدللہ۔

میں نے کل جاتے ہوئے آپ سے کچھ کہا تھا۔" اس نے بات کو دہراتے ہوئے کہا

"او سوری! رُکیں، میں ابھی بھیجتا ہوں۔" اسنے فوراً ہی جوبا دیا

چند ہی لمحوں میں ایک تصویر موصول ہوئی۔

جیسے ہی ماریہ نے تصویر کھولی، وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"ارے! آپ تو بچے بچے لگتے ہیں تصویر میں۔۔۔"

"نہیں، بس تصویر میں ہی ایسا لگ رہا ہوں۔ حقیقت میں کچھ اور ہوں!"

ماریہ تصویر کو دوبارہ دیکھنے لگی۔ معصوم چہرہ، ہلکی سی شرمیلی مسکراہٹ اور آنکھوں میں گہری سچائی۔

"واقعی... یہ معصوم ضرور ہے، لیکن بہت کیوٹ اور ہینڈسم بھی ہے۔" دل ہی دل میں کہنے لگی

وہ انجان سی مسکراہٹ چہرے پر لے کر چند لمحے تصویر تکتے رہی، جیسے وہ چہرہ موبائل کی اسکرین سے نکل کر اس کے دل کے قریب آبیٹھا ہو۔

کچھ ہفتے گزر چکے تھے۔ اب دونوں کی بات چیت روز کی بنیاد پر ہونے لگی تھی۔ دوست بن چکے تھے، بلکہ... بہت اچھے دوست۔

ایک شام، یونہی باتوں باتوں میں طحہٰ کچھ جھجک کر بولا "ماریہ! اگر برا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟"

"جی، ضرور... پوچھیں!"

"آپ دوستی سے اتنا ڈرتی کیوں ہیں؟ مطلب... کسی پر اعتماد کرنے سے؟"

"ن... نہیں تو!" (اُس کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا، جیسے کوئی پرانا زخم پھر سے تازہ ہو گیا ہو)

"شاید... آپ دل سے مجھے دوست نہیں سمجھتیں، اسی لیے مجھ سے اپنا دل شیئر نہیں کر رہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے طحہٰ۔ دراصل... میں اپنے ماضی کو دہرانا نہیں چاہتی۔"

"آپ مجھ پہ اعتماد کر سکتی ہیں ماریہ۔ یقین کریں، میرے لہجے میں سچائی کے سوا کچھ نہیں۔"

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد ماریہ نے آہستہ آہستہ بولنا شروع کیا، جیسے دل کا بوجھ لفظوں میں ڈھل رہا ہو۔

"میری ایک بچپن کی دوست تھی۔ میں نے اسے بہن بنایا، پیار دیا، سب کچھ شیئر کیا۔ اور اُس نے... میرے دل کو توڑ دیا۔ میرے اعتماد کو روند دیا۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں... اور شاید اسی لیے آپ اتنی محتاط ہیں۔"

"میں نے اس کے لیے سب کیا تھا... لیکن اُس نے ایک بار بھی سوچا نہیں، جب مجھے دھوکہ دیا۔" (ایک آنسو اُس کے رخسار پر چپکے سے بہہ نکلا)

وہ لمحہ خاموشی کا نہیں، دلوں کے قریب آنے کا لمحہ تھا۔ طحہٰ نے کچھ نہیں کہا، صرف وہ موجود تھا، ساری ہمدردی کے ساتھ۔

وقت گزرتا گیا۔ دونوں اب بے تکلفی سے بات کرتے، اپنے دل کی باتیں، دن بھر کی تھکن، چھوٹی چھوٹی خوشیاں۔

ایک دن، یونہی باتوں میں شادی کا ٹوپک شروع ہوا

وہ اس سے کہنے لگی "طحہٰ! مجھے تم اپنی شادی پر ضرور بلانا، اوکے؟"

"ہاں کیوں نہیں؟ ویسے بھی... تمہارے بغیر شادی ہو ہی کیسے سکتی ہے؟"

"مطلب؟" حیرانگی سے پوچھنے لگی

وہ بس مسکرا دیا، جیسے کوئی راز چھپا رکھا ہو۔

"کچھ نہیں... آہستہ آہستہ سب سمجھ آ جائے گا۔"

وہ شاید بہت آگے تک کی سوچ چکا تھا... لیکن کہہ نہیں پا رہا تھا۔
دل میں ایک ڈر بیٹھا تھا— کہیں وہ یہ سب سن کر دور نہ ہو جائے۔
وہ اُسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"سنا تھا لوگ پہلی نظر میں محبت کرتے ہیں...
لیکن میں تو اُس کی باتوں سے، لہجے سے، احساس سے پیار کر بیٹھا ہوں۔ یہ کیسا عشق ہے؟ باتوں سے عشق؟"

شاید یہ عشق کا ایک نیا رنگ تھا، کچھ الگ، کچھ خاص...
یا شاید اتفاق تھا... اتفاقِ دل کا۔

طحہٰ تو عشق کی پہلی سیڑھی چڑھ چکا تھا...
مگر ماریہ؟
وہ تو ابھی تک دوستی کے رستے پر چل رہی تھی...
کیا وہ بھی کبھی پلٹے گی؟
کیا وہ بھی اُسی سمت چلے گی؟
یہ صرف وقت ہی جانتا تھا...

ایک نیا موڑ، ایک نیا راز۔۔۔۔بس تھوڑا انتظار۔۔۔۔۔۔۔ملتے ہیں اگلی قسط میں۔۔۔۔

قسط نمبر 2

وہ آج دیر تک بستر پر سوتی رہی۔ سورج کی روشنی کھڑکی سے اندر آچکی تھی مگر نیند جیسے آنکھوں سے چپکی ہوئی تھی۔

"آپی! اُٹھ جائیں، کالج کے لیے دیر ہو رہی ہے!"

ثناء نے کمرے میں داخل ہو کر زور سے کہا، "کتنی بار آواز دی ہے، اب تو ہارن بھی سنائی دینے لگا ہے نیچے گاڑی کا۔"

وہ کروٹ بدلتے ہوئے بڑبڑائی،

"دل نہیں چاہ رہا آج کالج جانے کو۔۔۔"

ثناء نے چادر کھینچی، "دل تو میرا بھی نہیں چاہتا اسکول جانے کو، لیکن جا تو رہی ہوں نا!"

پھر ہنستے ہوئے بولی، "ورنہ امی کہتی ہیں سو کر راجکماری بنی رہو گی!"

وہ ایک دم اٹھ بیٹھی، "اوہ نو! صرف پندرہ منٹ رہ گئے ہیں!"

جلدی جلدی واشروم کی طرف بھاگتے ہوئے بولی، "کتنا سونا اچھا لگ رہا تھا آج..."

پندرہ منٹ میں وہ بمشکل تیار ہو پائی۔ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے سیڑھیاں اُتری تو امی نے دستر خوان پر سے آواز دی،

"بیٹا، ناشتہ تو کرتی جاؤ، خالی پیٹ جانا ٹھیک نہیں۔"

وہ جلدی سے بیگ کندھے پر ڈالتی بولی، "امی! وقت نہیں ہے، گاڑی آگئی ہے!"

اچانک ہارن کی آواز سنائی دی۔ وہ بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف لپکی۔

ثناء نے پیچھے سے شرارت سے آواز لگائی، "آپی، ناشتہ رکھ دوں؟ واپسی پر راجکماری کی خدمت میں پیش کر دوں گی!"

وہ دروازے سے پلٹ کر ہنسی،

"خیر، راجکماری آج بھی بغیر تاج کے ہی نکل رہی ہے!"

اور یہ کہہ کر وہ گاڑی کی طرف دوڑ گئی۔

گاڑی سے اُترتے ہوئے ماریہ نے گہری سانس لی۔ سامنے سڑک تھی اور دوسری جانب اُس کا کالج۔

"ایک اور دن، وہی روٹین..." اُس نے ہلکی سی بڑبڑاہٹ کی اور آگے بڑھنے لگی۔

ابھی چند قدم ہی چلی تھی کہ سامنے سے آتی تیز رفتار بائیک اچانک اُس کی طرف لپکی۔

"اوہ نہیں!" ماریہ کے لبوں سے بمشکل نکلا، اور اگلے ہی لمحے وہ زمین پر تھی۔

چُٹاخ!

آس پاس کے لوگ بھاگتے ہوئے جمع ہونے لگے۔ کسی نے پانی لانے کو کہا، تو کسی نے بائیک والے کو کوسنا شروع کر دیا۔

اسی لمحے دعا وہاں آ پہنچی، بائیک پر اپنے بھائی کے ساتھ۔ منظر دیکھ کر اُس کا رنگ اُڑ گیا۔

"ماریہ!! یا اللہ... یہ کیا ہو گیا؟"

وہ فوراً نیچے اتری اور گھبراہٹ سے پوچھنے لگی،

"کیا ہوا؟ کچھ ٹوٹا تو نہیں؟ اُٹھ سکتی ہو؟"

ماریہ نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا،

"بس پاؤں میں درد ہو رہا ہے... اور تھوڑا چکر بھی..."

دعا نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا،

"بھائی، پلیز اسے گھر لے چلیں، ہسپتال بعد میں دیکھ لیں گے، پہلے امی کو بتانا ہو گا۔"

دعا کے بھائی نے سر ہلایا،

"بیٹھاؤ اسے، میں آہستہ چلاتا ہوں۔"

فوزیہ بیگم اپنے بھائی کے ساتھ ویڈیو کال پر تھیں۔

بھائی" آپ تو بس وعدے ہی کرتے رہتے ہیں، ہر بار کہتے ہیں جلد آؤ گا..."

بھائی ہنستے ہوئے بولے،"ارے میری پیاری بہن، آفس سے چھٹی ملے تو آؤں نا، ماریہ کی تصویریں ہی دکھادو، کافی دن ہو گئے اُسے دیکھے..."

اچانک دروازے کی گھنٹی بجی۔

"کون ہے؟"فوزیہ بیگم نے چونکتے ہوئے پوچھا، اور کال کاٹ دی۔

باہر سے آواز آئی، "آنٹی، میں دعا ہوں!"

دروازہ کھولتے ہی اُن کا دل دھک سے رہ گیا۔ ماریہ ایک پاؤں اوپر کیے، دعا کے سہارے کھڑی تھی۔ چہرہ زرد، آنکھیں نم، اور کپڑے گرد سے بھرے ہوئے۔

"یا اللہ! میری بچی! یہ کیا حال ہے؟ کیا ہوا؟"

فوزیہ بیگم کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

ماریہ نے کمزور لہجے میں کہا،

"کچھ نہیں ماما... بس ایک چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔"

فوزیہ بیگم نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا، فوراً فون اٹھایا،

"ڈاکٹر صاحب! پلیز فوراً گھر آئیں... ماریہ کو چوٹ لگی ہے۔"

تقریباً پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر صاحب اندر داخل ہوئے، معائنے کے بعد بولے:

"فکر کی کوئی بات نہیں۔ ہڈی بالکل سلامت ہے۔ بس بائیں پاؤں میں موچ آگئی ہے۔"

انہوں نے پرچی نکالی اور دوا لکھتے ہوئے فوزیہ بیگم کو تھمائی،

"دوائیں وقت پر دینا، اور کچھ دن مکمل بیڈ ریسٹ..."

فوزیہ بیگم نے بے چینی سے پوچھا،

"ڈاکٹر صاحب، درد زیادہ تو نہیں ہو گا نا؟"

ڈاکٹر صاحب مسکرائے،

"درد تو ہو گا، مگر برداشت کے قابل۔ بچی بہادر لگتی ہے، سنبھال لے گی۔"

اللہ حافظ کہتے ہوئے وہ رخصت ہو گئے۔

ماریہ نے دوا کھائی اور سوتے ہی گئی۔

شام ہو گئی، کمرے میں ہلکی روشنی تھی۔ موبائل میز پر پڑا تھا، خاموش اور لاوارث۔

دعا کمرے میں آئی، دیکھ کر مسکرائی،

"یہ ماریہ تو حادثے کے بعد بھی سونے کا بہانہ ڈھونڈ لیتی ہے..."

اور وہ چپ چاپ نیند کی آغوش میں تھی— کسی درد، کسی فکر سے آزاد۔

رات کافی بیت چکی تھی۔ کمرے میں ہلکی مدھم روشنی تھی۔ درد میں کچھ کمی آئی تو ماریہ نے آہستگی سے ہاتھ بڑھا کر اپنا موبائل اٹھایا۔

جیسے ہی اسکرین آن کی، واٹس ایپ کھولا—

طحہٰ کے نام کے ساتھ "99+ unread messages" دیکھ کر وہ چونک گئی۔

"اللہ خیر...!" اُس نے دھیرے سے سرگوشی کی۔

ایک ایک کر کے میسجز پڑھنے لگی۔

>"ماریہ کہاں ہو؟"

>"کیا ہوا؟ فون کیوں بند ہے؟"

>"ماریہ!!!I'm worried damn it!"

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اتنی فکر مندی؟

اس نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا "میں اب ٹھیک ہوں، بس ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، بائیک سے... تھوڑی چوٹ آئی ہے، لیکن کچھ سیریس نہیں۔"

"کیا مطلب کچھ نہیں؟ ایکسیڈنٹ کوئی مذاق ہے؟" طحہٰ نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا "تم دیکھ کر نہیں چل سکتی تھیں؟ تھوڑا دھیان نہیں دے سکتی؟"

ایک کے بعد ایک فکر بھرے جملے... جیسے وہ ناراض ہو، مگر اُس کے ہر لفظ میں بے پناہ پریشانی چھپی ہو۔

"ڈانٹو نہیں... پہلے ہی تکلیف میں ہوں... اچھا سوری!" ساتھ میں ایک شرارتی سا ایموجی بھی بھیجا۔

"تمہیں کچھ ہو جاتا تو؟"

وہ خاموش رہی... پہلی بار اُس نے طحہٰ کی زبان میں وہ بے بسی، وہ خلوص محسوس کیا، جو لفظوں سے کہیں زیادہ گہرا تھا۔

کچھ دیر تک دونوں خاموشی میں جڑے رہے... جیسے لفظوں کی بھی ضرورت نہ ہو۔

پھر طحہٰ نے وقت دیکھا،

"اوہ... تہجد کا وقت ہو گیا۔" چلو اب تم ریسٹ کرو... بہت باتیں ہو گئیں، اللہ حافظ، اپنا خیال رکھنا۔

اس نے مسکرا کر موبائل رکھ دیا۔

"اللہ حافظ... طحہٰ!"

طحہٰ نے موبائل فون چارجر پر رکھا، ایک گہرا سانس لیا، اور وضو کے لیے اٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ جائے نماز پر کھڑا تھا۔ کمرے کی خاموشی میں صرف اُس کی آہستہ آہستہ ہوتی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

سجدے میں جھک کر وہ پھوٹ پڑا "یا رب... اُس کی حفاظت کرنا... ماریہ کو صحت دے، لمبی زندگی دے..."

وہ بار بار یہی دہراتا رہا۔ دل جیسے ٹوٹ کر بکھر رہا تھا، اور آنکھوں سے بہنے والے آنسو اُس کے چہرے کو تر کر گئے۔

پتہ ہی نہیں چلا کہ کب وہ سجدے میں تھا، اور کب وہ آنسو اُس کے سجدے کی زینت بن چکے تھے۔

"یہ وہ لمحے تھے، جہاں محبت الفاظ سے آزاد ہو چکی تھی...

صرف خامشی، دعا، اور آنسو بول رہے تھے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے سائے جیسے ہی گہرے ہوئے، اس کی طبیعت میں کچھ بہتری محسوس ہوئی۔ فون کی اسکرین پر اُس کا میسج نمودار ہوا:

"اب کیسی طبیعت تمہاری؟"

"ہاں! پہلے سے بہت بہتر۔"

"آج پلیز سونا مت، مجھے تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" فوراً ہی یہ کہہ کر اس نے اچانک نیٹ بند کر دیا۔

ماریہ نے حیرانی سے فون کو دیکھا، دل میں تجسس اور بے چینی بڑھنے لگی۔

"کیا بات ہو سکتی ہے؟"

وہ بار بار گھڑی دیکھتی رہی۔

"بارہ بجنے میں بس چند منٹ باقی ہیں..."

اور پھر... بارہ بجتے ہی موبائل کی اسکرین جگمگائی۔ وہی شخص تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے، ماریہ! 🌟"

"دعا ہے تمہاری زندگی خوشیوں سے بھر جائے، ہر خواب حقیقت بن جائے۔"

دل سے نکلی دعاؤں اور محبت بھری ویشز کو پڑھتے ہوئے ماریہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"اتنی محبت... میں کس قابل ہوں؟"

اس نے دھیرے سے ٹائپ کیا:

"بہت شکریہ، دل سے۔۔۔"

ابھی وہ موبائل سائیڈ پر رکھ ہی رہی تھی کہ اچانک دروازہ آہستہ سے کھلا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو... ہیپی برتھ ڈے ٹو یو..."

ماما اور بہنیں ہاتھوں میں کیک لیے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں۔ وہ سب کے چہروں پر چمکتی خوشی دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"یہ سب... میرے لیے؟"

فوزیہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی "اور کس کے لیے ہو گا، ہماری شہزادی کے لیے نہیں تو اور کس کے لیے؟"

سب نے مل کر گیت گایا، کیک کاٹا، دعائیں دیں، اور چھوٹے چھوٹے تحفے تھمائے۔ ماریہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملانے لگے۔

کچھ دیر بعد سب اپنے اپنے کمروں کو واپس چلی گئیں۔ ماریہ نے وضو کیا، تہجد اور فجر کی نماز ادا کی۔ سجدے میں جھک کر شکر ادا کیا،

"یا اللہ، تُو نے مجھے جو محبتیں، خلوص اور اپنوں کی خوشیاں دی ہیں، ان کا شکر کیسے ادا کروں..." دل ہی دل میں اپنے رب سے کلام کر رہی تھی۔

نماز کے بعد وہ سکون سے بستر پر لیٹی اور لمحوں میں نیند کی وادیوں میں اتر گئی — دل میں محبت، لبوں پر دُعا، اور آنکھوں میں چمکتے خواب۔

رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے صبح آنکھ کھل نہ سکی۔ کمرے میں ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جیسے ہی باہر سے ماما کی آواز کانوں میں پڑی۔

"بیٹا اُٹھ جاؤ، فریش ہو کر ناشتہ کر لو۔" آہستہ آہستہ آنکھیں کھولتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔

"جی... اچھا ماما!"

اس نے چپل پہنی، چہرہ دھویا، بالوں کو سنوارا اور کمرے سے باہر نکلتے ہی جیسے ٹھٹھک گئی۔

سامنے اُس کی بہنیں موجود تھیں، ہاتھوں میں سرخ دل کی شکل والے غبارے، گلابوں سے سجا ہوا ایک خوبصورت گلدستہ، اور ایک دلکش ٹوکری تھامے ہوئے جس میں رنگ برنگی چاکلیٹس، کچھ پسندیدہ اسنیکس، اور ایک چھوٹا سا کیک جو (بلیک کور کی بدولت نظر نہیں آرہا تھا) رکھا تھا۔ کیک پر سفید آئسنگ سے لکھا ہوا تھا

"Happy Birthday Maria 🎂"

ماریہ کی آنکھوں میں حیرت اور خوشی ایک ساتھ چمکنے لگی۔ وہ بے ساختہ بولی "یہ سب کچھ کہاں سے آیا ہے ثناء؟"

ثناء شوخی سے جواب دیتے ہوئے بولی "آپی! یہ آپ کے نام پہ کوریئر آیا ہے۔"

وہ چونکی، مگر خود کو سنبھالتے ہوئے لاپروائی سے بولی "اوہ ہاں، شاید... کالج میں میری ایک نئی دوست بنی ہے، اُسی نے بھیجا ہو گا۔ میں نے اُسے اپنے ایکسیڈنٹ کے بارے میں بتایا تھا، شاید اسی لیے۔۔۔"

ثناء اور فاطمہ نے مسکرا کر ساری چیزیں سائیڈ ٹیبل پر رکھیں اور باہر نکل گئیں۔

ابھی وہ اُن تحفوں کو غور سے دیکھ ہی رہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے جلدی سے فون اٹھایا۔

اسکرین پر ایک نام چمک رہا تھا طحہٰ۔

کان سے لگاتے ہی اُس کی آواز ابھری "کیسا لگا آپ کو سب کچھ؟"

اور وہ بے ساختہ بولی "بہت اچھا...!"

ماریہ کی آواز کانوں میں پڑتے ہی دل نے بیٹ مس کی۔۔۔ وہ چند لمحے مبہوت سا اس کو سننے لگا۔ کوئی اتنا خوبصورت بھی بول سکتا ہے آخر؟

پھر جیسے کچھ یاد آیا ہو، وہ فوراً گھبرا کر بولی "اچھا میں بعد میں بات کرتی ہوں!"

اس نے جلدی سے کال کاٹ دی، جیسے اپنے جذبات چھپانا چاہ رہی ہو۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے ایک میسج لکھتے ہوئے "بہت شکریہ... لیکن ان سب کی ضرورت نہیں تھی۔"

فوراً ہی جواب موصول ہوا جیسے وہ اسی کے انتظار میں تھا "کیوں ضرورت نہیں تھی؟

آپ میری دوست ہیں اور آپ میرے لیے بہت خاص ہیں۔

تو یہ سب کچھ زیادہ نہیں، بس تھوڑا سا پیار ہے۔"

یہ پڑھ کر ماریہ کے لبوں پر ایک نرم سی مسکراہٹ ابھری۔ دل میں جیسے کوئی خاموش طوفان تھم گیا ہو۔

کچھ لمحے بعد دونوں کے درمیان ہلکی پھلکی باتیں ہوئیں، زندگی، پسند، ناپسند پر گفتگو ہوئی۔

گفتگو کے اختتام پر طحہٰ نے "چلیں، اب آرام کریں۔ اللہ حافظ!" کہا

"اللہ حافظ... اور ایک بار پھر شکریہ، طحہٰ!"

اس نے فون ایک طرف رکھا اور نظریں سائیڈ ٹیبل پر جا ٹکیں...

چاکلیٹس، پھول، کیک — ہر چیز میں خلوص بسا تھا، اور شاید کچھ "کہا نہ گیا" سا جذبہ بھی۔

☆☆☆☆☆☆☆

آج اس کی سالگرہ کو گزرے دو دن بیت چکے تھے، مگر ان دو دنوں میں بہت کچھ بدل چکا تھا۔ طحہٰ اور ماریہ کی بات چیت اب پہلے سے زیادہ رواں، زیادہ بے تکلف اور نرم ہو چکی تھی۔

جیسے کوئی خاموش دیوار آہستہ آہستہ گرنے لگی ہو۔ اس کا پاؤں اب تقریباً مکمل طور پر ٹھیک تھا، اور کل سے اسے دوبارہ کالج جانا تھا۔

رات طحہٰ سے بات کرتے کرتے کب نیند نے اسے آغوش میں لے لیا، اسے خود بھی معلوم نہ ہوا۔

صبح فجر کی اذان نے اسے جگایا، اور وہ ہمیشہ کی طرح اُٹھی، وضو کیا، نماز ادا کی، اور دل کو سکون بخشتی تلاوت میں کھو گئی۔ پھر وہ کالج جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

کالج میں اس کا پورا دن ایک خواب کی طرح گزرا—ایک ایسا خواب جو طحہٰ کی یادوں سے مزین تھا۔

وہ جہاں بھی جاتی، جیسے اس کی موجودگی کا احساس اس کے ساتھ رہتا۔ اس کی مسکراہٹوں میں ایک نرمی تھی، ایک خاموش چمک، جو صرف دل سے محسوس کی جا سکتی تھی۔

اب وہ لائبریری میں بیٹھی تھی، سامنے کتابیں کھلی تھیں، مگر ذہن کہیں اور اُڑ رہا تھا۔ سوچوں کا قافلہ اُسی سمت بہہ رہا تھا جہاں طحہٰ کا نام تھا، اس کی باتیں تھیں، اس کا لہجہ تھا۔

اور پھر، وہ لمحہ آیا جب اس کے چہرے پر چھائی خوشی اچانک اداسی میں بدل گئی۔ جیسے دل کی دیوار سے کوئی پرانا زخم جاگ اٹھا ہو۔

وہ سوچوں میں گم اپنے سالگرہ والے دن کے بارے میں سوچنے لگی____ وہ دن جب طحہٰ کی موجودگی نے کچھ خاص محسوس کروایا تھا، مگر اس خاص میں کہیں ایک انجانی سی الجھن بھی تھی۔

آج کی رات سب کزنز نے ماریہ کے ساتھ مل کر کیک کاٹنے کا پلان بنایا تھا۔

وہ تیار ہو رہی تھی، آئینے کے سامنے کھڑی ہلکے رنگ کی چوڑی دار قمیص پہنے اپنے بالوں میں برش پھیر رہی تھی کہ اچانک موبائل پر طحہٰ کا میسج آیا۔

اس نے مسکراتے ہوئے میسج کھولا، لیکن اگلے ہی پل اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

طحہٰ نے اس سے اس کی تصویر مانگی تھی۔۔۔بس ایک تصویر، مگر یہ ایک معمولی خواہش ماریہ کے لیے لمحوں میں ایک بھاری سوال بن گئی۔

اس کے چہرے پر ایک سایہ سا چھا گیا، اور آنکھوں میں کچھ پرانی یادیں جھلکنے لگیں۔ ماضی کی تلخ حقیقتیں، وہ بے اعتمادی کے لمحات، جنہوں نے اسے اعتماد کی دیواروں میں قید کر دیا تھا۔

اس نے تھوڑا سا توقف کیا، پھر کچھ سوچ کر طحہٰ کو صاف الفاظ میں لکھا: "فلحال **trust issues** کی وجہ سے نہیں بھیج سکتی۔"

طحہٰ نے کچھ نہیں کہا۔ نہ گلہ، نہ شکوہ، نہ اصرار۔۔۔بس خاموشی سے بات ختم ہو گئی۔

لیکن یہ خاموشی، ماریہ کے دل میں ایک ہلکی سی خلش چھوڑ گئی۔

وہ جانتی تھی کہ طحہٰ نے اس کی بات کو مانا، احترام کیا، مگر کہیں نہ کہیں اس نے ایک دیوار دوبارہ کھڑی کر دی تھی، جو شاید گرنے ہی والی تھی۔

اب وہ تیار تو تھی، مگر دل میں ایک عجیب سی ادھوری سی کیفیت لیے، جیسے کوئی لمحہ رہ گیا ہو، جو مکمل نہیں ہو پایا۔

جونہی وہ سوچوں کے جنگل سے نکلی تو جیسے ایک بوجھ سا دل پر محسوس ہوا۔

لمحہ بھر کو اس نے آنکھیں بند کیں اور پھر آہستگی سے سر جھٹکا، جیسے کسی کڑوے سچ کو خود سے دور کرنا چاہ رہی ہو۔

زیرِ لب بس اتنا کہا، "سب ایک جیسے ہوتے ہیں..." آواز دھیمی تھی مگر دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی۔

ایک لمحے کو اس کا دل چاہا کہ وہ سب کچھ بھلا کر بس پھوٹ پھوٹ کر رو دے، جیسے اندر جمع ساری الجھنیں، ساری بے چینیاں آنسوؤں میں بہا لے جائے۔ مگر وہ جانتی تھی، یہاں وہ کمزور نہیں پڑ سکتی۔

اس نے ہاتھ میں پکڑی گھڑی پر نظر ڈالی۔

چھٹی ہونے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ دل کا بوجھ آنکھوں میں اترا، مگر وہ اُسے چھپاتے ہوئے جلدی سے اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

صفحے بے ترتیبی سے بند ہوئے، قلم جلدی سے بیگ میں رکھا گیا، اور وہ اپنے دل کی ادھوری کیفیت کو چہرے کی خاموشی میں چھپا کر لائبریری سے باہر نکلی۔

قدم تیز تھے، جیسے کسی بوجھ سے فرار چاہتی ہو۔

گیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے ہر قدم اس کی اداسی کی گواہی دے رہا تھا، مگر وہ خود کو سنبھالے، مضبوط ظاہر کرنے کی کوشش میں لگی تھی۔

کچھ دکھ ایسے ہوتے ہیں جو صرف دل جانتا ہے—

اور آج، وہ انہی دکھوں کی چادر اوڑھے چپ چاپ آگے بڑھ رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ابھی صرف سترہ برس کا تھا، مگر جذبات کی شدت ایسی کہ جیسے برسوں کی عاشقی کا بوجھ اس کے دل پر ہو۔

ایک ضدی اور انا سے لبریز طحہٰ، آج پہلی بار کسی کی ایک جھلک پر خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔

ابھی تو اس نے صرف اس کی آواز سنی تھی، باتیں کی تھیں—چہرہ دیکھنا تو باقی تھا، نگاہوں سے دل ہارنا تو ابھی شروع ہوا تھا۔

کالج کے گیٹ پر کھڑا وہ خود کو کوس رہا تھا، "کیوں آیا؟"

مگر دل نے ایک اور سوال کیا، "کیوں نہ آتا؟"۔

ہچکچاتے قدموں سے وہ گارڈ کے پاس گیا اور ماریہ کا پوچھا۔

گارڈ نے دور کھڑی ایک لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

جیسے ہی اس نے دیکھا—اس کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو رُک گئی۔

وہی لڑکی، وہی ماریہ، سفید لباس میں کھڑی، سادگی اور خوبصورتی کا امتزاج۔

اس کی نظر بے ساختہ ادھر اُٹھی، اور طحہٰ کی آنکھوں سے آنکھیں ملیں—پل بھر کو وقت تھم گیا۔

طحہٰ اس کے چہرے کو مکمل طور پر دیکھ نہ پایا، لیکن ماریہ کی آنکھوں میں پہچان کی چمک تھی۔

ایک ہلکی سی، مگر بے حد پرکشش مسکراہٹ طحہٰ کے لبوں پر آکر رک گئی۔ وہ کچھ کہہ نہیں سکا، صرف دیکھتا رہ گیا۔

پھر ماریہ کی دوست اُسے لے گئی، اور وہ دور جاتی رہی، جیسے کوئی منظر نظروں سے دھند میں گم ہو جائے۔

طحہٰ ساکت کھڑا رہا، اس سمت دیکھتا جہاں سے وہ گئی تھی۔ اور جب اس نے اس کی غیر موجودگی کو محسوس کیا، تو خاموشی سے واپس پلٹ گیا، دل میں ایک ادھوری جھلک لیے۔

دوسری طرف، ماریہ گھر پہنچی تو خوشبو نے اس کا استقبال کیا—بریانی، اس کی پسندیدہ۔ وہ جلدی سے کپڑے تبدیل کر کے کھانے پر بیٹھ گئی، اور بے حد سکون سے کھانا کھایا۔

کھانے کے بعد نیند کی آغوش میں چلی گئی، مگر شعور کے پردے پر ایک نامانوس چہرہ مسلسل ابھرتا رہا۔

شام پانچ بجے جب آنکھ کھلی، وہ چہرہ اب بھی اس کی سوچوں میں تازہ تھا—شاید ہمیشہ کے لیے۔

رات آٹھ بجے، جیسے ہی ماریہ نے موبائل اٹھایا، طحہٰ کے کئی میسجز اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اُس نے بات چیت کا آغاز کیا، اور حسبِ عادت، طحہٰ نے ایک بار پھر اس سے تصویر مانگی۔

ماریہ تھوڑی دیر کو چپ ہو گئی، ایک خاموش جھجک اس کی سانسوں میں اتر آئی۔

طحہٰ نے اس خاموشی کو محسوس کیا اور آہستگی سے پوچھا، "کیا ہوا؟ اعتماد نہیں ہے مجھ پر؟"

تب ماریہ نے وہ دروازہ کھولا، جو برسوں سے بند تھا۔

اُس نے بتایا کہ کسی وقت کسی پر اعتبار کیا تھا، لیکن وہ اعتماد پاؤں تلے روند دیا گیا تھا۔

اس کا لہجہ بھرا ہوا تھا، مگر شکوہ نہیں، صرف دکھ تھا۔

طحہٰ سن کر خاموش ہو گیا، پھر ایک لمحے بعد بولا، "ماریہ... ہر چہرہ ایک جیسا نہیں ہوتا، اور ہر رشتہ پچھلے زخم کا بدلہ نہیں ہوتا۔

مجھ پر ایک بار اعتماد کر کے دیکھو، میں تمہارے لیے وہ سب کچھ لے آؤں گا جو تم نے کھو دیا—خوشیاں، تحفظ، اور سچائی۔"

اس کی باتوں میں کوئی دعویٰ نہیں تھا، صرف خلوص تھا—اور ماریہ نے اُسے محسوس کیا۔

رات کے سناٹے میں، جب ہر طرف خاموشی کا راج تھا، صرف دو دلوں کی دھڑکنیں تھیں جو فاصلے کے باوجود ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو چکی تھیں۔

ماریہ کی انگلیاں اسکرین پر رکی ہوئی تھیں، تصویر بھیجنے سے لمحہ بھر پہلے... جیسے دل کے اندر برسوں سے بند دروازہ کھلنے کو ہو۔

طحہٰ کا آخری جملہ اب بھی اس کے ذہن میں گونج رہا تھا: "مجھ پہ اعتبار کر کے تو دیکھو، دنیا کی تمام خوشیاں تمہارے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا۔"

ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھری، وہ مسکراہٹ جس میں شک نہیں، بلکہ اعتماد کا آغاز تھا۔ اس نے تصویر بھیجی

—

وہی تصویر جسے بھیجتے ہوئے اس نے برسوں کا خوف، وہ ٹوٹا ہوا اعتبار، اور دل میں چھپی وہ پرانی زخموں کی کہانی سب کچھ ایک پل میں سمیٹ کر طحہٰ کے حوالے کر دیا۔

تصویر بھیجنے کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے دل نے سجدہ کیا ہو، جیسے کوئی اذانِ یقین دی جا چکی ہو۔

دوسری طرف، طحہٰ نے جیسے ہی تصویر دیکھی —پل بھر کو سانس تھم گیا۔

اس کی آنکھوں میں حیرت اور دل میں تشکر کا طوفان بیک وقت اٹھا۔ وہ جانتا تھا، یہ صرف ایک تصویر نہیں... یہ ایک خاموش پیغام تھا:

"میں تم پر اعتبار کر رہی ہوں..."

اور اسی لمحے، جیسے کہانی کا پہلا صفحہ مکمل ہوا۔ لیکن ایک نیا باب —شاید محبت، شاید آزمائش —بس شروع ہونے ہی والا تھا۔

قسط نمبر 3

جب سے اسے دیکھا ہے، دل کسی پہ آتا نہیں

چاہ کے بھی اب تو، کوئی اور بھاتا نہیں

جیسے ہی اُس نے ماریہ کی تصویر دیکھی، وہ ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔

نگاہیں جم گئیں، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، اور دنیا کی آوازیں جیسے کہیں پیچھے رہ گئیں۔ وہ تصویر نہیں، کسی خواب کی جھلک تھی

—

ایسی معصوم، ایسی دلکش کہ دیکھنے والا خود کو بھول جائے۔ طحہٰ جیسے ایک نظر میں ہار گیا تھا، جیسے عشق کی کوئی لہر دل سے اُٹھی ہو اور سارا وجود اپنے ساتھ بہالے گئی ہو۔ وہ گھنٹوں اُس تصویر کو تکتا رہا، ہر زاویے سے، ہر تاثّر سے، جیسے ہر بار کچھ نیا دریافت کر رہا ہو۔

پھر اچانک ہوش میں آیا، دل کی بے قراری اسے سجدے میں لے گئی۔

تہجد کے خاموش لمحوں میں، وہ اپنے رب کے سامنے رو رو کر دعا مانگنے لگا،

"یا اللہ، اگر یہ جذبہ عشق ہے تو اسے میری قسمت بنا دے۔ میں اپنی انا، غرور، سب کچھ چھوڑ دیتا ہوں۔ مجھے خالی ہاتھ مت لوٹا، مجھے اس کی محبت عطا فرما، جیسے تُو دلوں کو بدل دیتا ہے، ویسے ہی اس کے دل میں بھی میرے لیے محبت ڈال دے۔"

دعا کے بعد بھی اُس کا دل قرار نہ پا سکا۔ آنکھیں دوبارہ تصویر پر جا ٹکیں —وہی چہرہ، وہی مسکراہٹ، جو اب اس کے خوابوں میں بسا چاہتی تھی۔

اگلی شام تک، جب تک ماریہ سے بات نہ ہو سکی، وہ نہ جانے کتنی بار اُس تصویر کو دیکھ چکا تھا... اور ہر بار یوں لگا جیسے پہلی بار دیکھ رہا ہو۔

رات کے قریب گیارہ بجے اُن کی بات ہوئی۔

طحہٰ اُس لمحے بھی ماریہ کی تصویر میں کھویا ہوا تھا، جیسے وہ ایک خواب ہو جس سے جاگنے کا دل ہی نہ کرے۔

ماریہ نے نرمی سے پوچھا، "کہاں مصروف تھے آج؟"

طحہٰ نے گہری سانس لی اور مسکرا کر بولا، "بس کسی کے خیالوں میں کھو گیا تھا... ایسی دنیا میں چلا گیا جہاں سے واپس آنا ممکن نہیں۔"

ماریہ کے دل میں ایک ہلکی سی چبھن سی ہوئی، پھر بھی چہرے پر مسکراہٹ سجا کر بولی، "او اچھا؟ کون ہے وہ؟"

طحہٰ کی آواز میں عجیب سی گمشدگی تھی، "بس ہے کوئی... ایک پری کی مانند، بے تحاشہ حسین... اس کی تعریف میں جتنا کہوں، کم لگتا ہے۔"

یہ سن کر ماریہ کا دل جیسے ہول گیا۔ دل میں ان جانے سے جذبے جاگ اٹھے۔ خود سے بڑبڑاتے ہوئے آہستہ سے کہنے لگی، "پتا نہیں کون چڑیل ہو گی... بہر حال مجھے کیا۔"

کچھ دیر اور وہ دونوں باتیں کرتے رہے۔ پھر ماریہ نے "اللہ حافظ" کہا اور نیند کی آغوش میں چلی گئی،

مگر دوسری طرف طحہٰ کی رات ابھی جاگتی تھی۔ وہ اب بھی اُس کی تصویر کو تکتا جا رہا تھا— جیسے ہر نظر میں وہی دلکشی، وہی کشش، اور وہی بے نام سا سکون چھپا ہو۔

ماریہ کو شاید علم نہیں تھا... کہ جس پری کی وہ بات کر رہا تھا، وہ خود اُسی کا عکس تھی۔۔۔۔

کالج میں ایک شاندار فنکشن کا اعلان ہوا، جسے "قوالی نائٹ" کا نام دیا گیا۔

یہ صرف اپنے ادارے تک محدود نہ تھا بلکہ شہر کے تقریباً تمام کالجز کو اس میں مدعو کیا گیا تھا، جس سے اس رات کی اہمیت اور بڑھ گئی۔ فنکشن کی تیاریوں نے طلباء میں ایک نئی توانائی بھر دی تھی۔

ماریہ اور طحہٰ کا تعلق چونکہ اسی کالج سے تھا، اس لیے وہ بھی اس رات کا حصہ تھے۔

تاہم، نائٹ ایونٹ ہونے کے باعث ماریہ کو گھر سے اجازت ملنا مشکل ہو گیا۔ اس کی ماں سخت مزاج تھی اور رات دیر تک باہر رہنے کی اجازت دینا آسان نہ تھا۔

مگر دعا، ماریہ کی پکی سہیلی، اس کے لیے کسی نعمت سے کم نہ تھی۔ اس نے ضد، محبت اور کچھ چالاکی سے آنٹی کو منا ہی لیا، اور یوں ماریہ کو اس قوالی نائٹ میں شریک ہونے کا موقع مل گیا۔

دوسری طرف طحہٰ، جو اپنے مخصوص گینگسٹر اسٹائل اور دوستوں کے ساتھ ہر تقریب میں نمایاں ہوتا تھا، اس بار بھی مرکزِ نگاہ تھا۔

وہ اپنے گروپ کے ساتھ مل کر قوالی کی پرفارمنس کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ دنوں سے ریہرسل ہو رہی تھی، آوازیں سنواری جا رہی تھیں اور الفاظ میں جذبے بھرے جا رہے تھے۔

طحہٰ کے لیے یہ صرف ایک فنکشن نہیں، بلکہ ایک موقع تھا—کچھ ثابت کرنے کا، کسی کو محسوس کروانے کا۔

ماریہ نے براؤن رنگ کی قمیض پہنی تھی جو اس کے پاؤں سے کچھ انچ اوپر تھی، ساتھ میں چوری دار پاجامہ اور کاندھوں پر بلیک شال—

سادگی اور نزاکت کی تصویر بنی وہ آج کچھ الگ ہی دکھ رہی تھی، مگر پھر بھی اس کا انداز بے نیاز تھا۔

دوسری طرف طحہٰ، سیاہ کرتا پاجامہ پہنے مکمل تیاری کے ساتھ موجود تھا، مگر دل کسی اور خیال میں الجھا ہوا۔

اس نے کچھ دیر قبل ماریہ کو کال کی تھی، "ماریہ، تم بھی آ رہی ہو نا؟ چونکہ یہ صرف ہمارے کالج کا نہیں، سب کالجز کا فنکشن ہے۔" ماریہ نے مختصر سا جواب دیا تھا، "شاید میں آ جاؤں"، اور پھر فون بند کر دیا۔

طحہٰ کے دل میں ایک انجانی بے چینی تھی، وہ بار بار نگاہیں دوڑاتا، ہجوم کو چھانتا، مگر ماریہ کہیں نظر نہ آئی۔

کیا وہ واقعی آئی بھی ہے؟ یا بس امید دلانے کو کہہ دیا تھا؟ ابھی وہ انہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ یسن نے آکر اسے پکڑا اور مسکراتے ہوئے سٹیج کی طرف کھینچ لیا۔

اب ان کی قوالی کی باری تھی۔

سٹیج سازوں سے سجا تھا، ہارمونیم، طبلا، اور مائیک روشنیوں میں چمک رہے تھے۔ طحہٰ نے جیسے ہی مائیک تھاما، اس کی نظریں ایک لمحے کو ہجوم پر ٹھہر گئیں—

اور پھر وہ منظر جس کا وہ منتظر تھا، مکمل ہو گیا۔

وہ تھی... ماریہ۔

خاموش، پرسکون، مگر دل کی دھڑکنوں میں طوفان برپا کرتی ہوئی۔

طحہٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، جیسے دل نے شکر ادا کیا ہو۔

اور پھر... اس نے آنکھیں بند کیں، دل کو تھاما، اور قوالی کی پہلی تان چھیڑ دی—

چہرے اُتے لالی آمنالی جہی لگدی

چنجر اں لیاداں اڈی خالی جہی لگدی

او ساری رات سنند اراہاں میں کلا بیٹھ کے

تو نصرت دی قوالی جہی لگدی

تمھیں دل لگی بھول جانی پڑے گی

محبت کی راہوں میں——محبت کی راہوں میں آکے

او ساری رات سنند اراہاں میں کلا بیٹھ کے

تو نصرت دی قوالی جہی لگدی

اتنی ہی دیر میں دعا نے ماریہ کو کہنی مارتے ہوئے شرارتی لہجے میں کہا،

"واہ بھائی! تُو تو سنگر نکلا، کیا خوب آواز ہے بھائی کی!"

ماریہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ زبان رک سی گئی—"ہاں! یہ..." کہہ کر وہ چپ ہو گئی۔"

دعا نے آنکھیں گھما کر بڑبڑایا، "کھڑوس نہ ہو تو!"

اسی لمحے طحہٰ اسٹیج سے گاتے گاتے نیچے اترا۔ اس کی نگاہیں سیدھی ماریہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔

ہجوم کی نظریں، تالیاں، شور، سب جیسے پس منظر میں ڈھل گئے تھے۔

وہ خاموشی سے اس کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ لمحہ بھر کو سانسیں رُک سی گئیں، اور پھر وہ اپنی کوالی کی اگلی لائنز وہیں، ماریہ کے سامنے، ایک جذب سے لبریز لہجے میں ادا کرنے لگا۔

جیسے یہ اشعار محض سامعین کے لیے نہیں، بلکہ صرف اس ایک لڑکی کے لیے کہے جا رہے ہوں، جو اس وقت نظریں جھکائے کھڑی تھی، دل کی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے۔

تیرا جسموں جان سب امانت ہے میری

میں تیرا رہوں گا ضمانت ہے میری

نی جدو کولوں لنگ گی سرا ای ہو گیا

کرے مینوں عشق نیرا ای ہو گیا

نی تیرے پیچھے چکدا سی کل نکھروں

نکلے آں جان دا بچا ہی ہو گیا

نکلے آں جان دا بچا ہی ہو گیا

نکلے آں جان دا بچا ہی ہو گیا

جیسے ہی سنگیت کا اختتام ہوا، چاروں طرف تالیوں کی گونج چھا گئی۔ ہر طرف داد و تحسین کی آوازیں تھیں۔

تالیوں کے شور نے ماریہ اور طحہٰ کو اُن چند لمحوں کے خمار سے نکالا، جن میں وہ دونوں بے خبر سے کھوئے ہوئے تھے۔

ماریہ نے فوراً خود کو سنبھالا اور دعا کا ہاتھ پکڑ کر جلدی سے اس جگہ سے دوسری طرف نکل گئی، جیسے کسی جذبے سے نظریں چرا رہی ہو۔

طحہٰ بھی خاموشی سے اسٹیج پر واپس چلا گیا۔ ابھی وہ سنبھلا ہی تھا کہ اس کے دوستوں نے چھیڑنا شروع کر دیا۔

"او جٹا! آج کتھے کھو گیا سی؟"

طحہٰ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، "کیتلے وی نئیں یار، انج ای بس..."

اس نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی، مگر اس کی آنکھیں ابھی تک کسی ایک منظر میں الجھی ہوئی تھیں۔

کچھ دیر سب دوستوں نے فنکشن کو انجوائے کیا، کھانے پینے کا سلسلہ ہوا، قہقہے گونجے، اور آخر کار محفل اختتام کو پہنچی۔

لوگوں نے ایک ایک کر کے واپسی کا رخ کیا۔

طحہٰ کی نظریں بار بار ہجوم میں ماریہ کو تلاش کرتی رہیں، مگر وہ کہیں نظر نہ آئی۔ شاید وہ اسی وقت خاموشی سے جا چکی تھی۔۔۔بغیر کچھ کہے، بس اپنے اندر کی کہانی لیے۔ اور یوں سب اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے،

لیکن کسی کے دل میں ایک ان کہی بات باقی رہ گئی۔

وہ جیسے ہی گھر پہنچی، تھکن نے فوراً اپنی گرفت میں لے لیا۔ فنکشن کی چکاچوند، گہما گہمی، اور لوگوں کا ہجوم۔۔۔

سب کچھ اسے نچوڑ چکا تھا۔ پلنگ پر لیٹتے ہی وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

دوسری طرف طحہٰ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک ہی سوال تھا۔۔۔

"وہ کچھ کہے بغیر ہی چلی گئی؟ بس ایک بار رُک کے کچھ کہہ دیتی، کچھ سن لیتی..."

اگلی شام جب وہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر موبائل کی اسکرین پر نظر دوڑاتی ہے تو طحہٰ کا پیغام چمک رہا ہوتا ہے

"کیا ہوا جناب؟ کہاں مصروف تھیں؟ کل بھی بتائے بغیر فنکشن سے چلی گئیں، میں تو ڈھونڈتا ہی رہ گیا۔"

"بس یونہی، رات کافی ہو چکی تھی، اس لیے جانا پڑا۔" سادگی سے جواب دیتے ہوئے کہنے لگی

ماریہ نے حیرت اور مسکراہٹ کے امتزاج سے کہا،

"آپ اتنی اچھی سنگنگ کر لیتے ہیں؟ مجھے تو بالکل اندازہ نہیں تھا۔"

طحٰہ نے لاپرواہی سے کندھے اُچکاتے ہوئے شرارتی انداز میں جواب دیا، "ہاں، بس جب سامنے دلکش چہرے ہوں تو سر خود بخود نکل آتے ہیں۔"

وہ چونک گئی، اور قدرے تیکھے لہجے میں بولی، "مطلب؟ کون سے دلکش چہرے؟"

جیسے اس کی آواز میں ہلکی سی جلن چھپی ہو، جیسے وہ جانتے بوجھتے پوچھ رہی ہو۔

طحٰہ اس کے لہجے کی چاشنی کو محسوس کرتے ہوئے ہنس دیا، "تھے کچھ... اب آپ کو کیا ہی بتاؤں!"

ماریہ نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کہا، "مجھے کیا؟ جو بھی ہو!"

دوسری طرف، وہ بے ساختہ مسکرادیا، جیسے جیت اسی کی ہوئی ہو، اور انگلیوں نے شرارت سے جواب ٹائپ کیا:

"ہاں آپ کو کیا، مس ماریہ..."

لفظوں کا یہ سلسلہ سادہ نہ تھا، دونوں کے بیچ ایک ان کہی کی جھلک تھی—

ایک ایسی خاموشی جو بولنے لگی تھی، اور ایک ایسی مسکراہٹ جو صرف دل ہی سمجھ سکتے تھے۔

دن بیتے، راتیں گزریں، اور یوں ہی باتوں باتوں میں وہ ایک دوسرے کے قریب آتے چلے گئے۔

نہ کوئی وعدہ کیا گیا، نہ کوئی عہد باندھا گیا، بس خاموشی سے ایک رشتہ پروان چڑھنے لگا تھا۔

ماریہ کے دل میں بھی کہیں نہ کہیں طحٰہ کے لیے ایک نرم گوشہ پیدا ہو چکا تھا، مگر وہ خاموش تھی۔

شاید وہ اعتبار دوبارہ کسی کو دے کر پھر سے ٹوٹنے سے ڈرتی تھی۔ وہ دل جو پہلے ہی زخموں سے بھرا تھا، اب پھر سے کسی نئے درد کی تاب نہیں رکھتا تھا۔

طحٰہ بھی کمال مہارت سے اپنی باتوں میں اپنے جذبات چھپا لیتا، ہر بات میں محبت کا رنگ تو ہوتا، مگر کبھی کھل کر اظہار نہ کر سکا۔

شاید وہ بھی ماریہ کو کھونے کے خوف میں مبتلا تھا—ڈر تھا کہ کہیں وہ کہے اور جواب انکار میں آ جائے، اور وہ رشتہ جو ابھی خاموشی کی زبان میں سانس لے رہا تھا، وہ بھی چھن جائے۔

تقریباً چھ ماہ گزر چکے تھے ان کی دوستی کو۔ اب وہ ایک دوسرے کی عادت بن چکے تھے—

ایک ایسی عادت جس کا چھوڑا جانا، دونوں کے لیے تکلیف دہ ہوتا، مگر جس کا اعتراف کرنا، شاید اُس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔

ماریہ آج سارا دن معمول کی دوڑ میں الجھی رہی— صبح سے کالج کی ہلچل، دوستوں کی شوخ باتیں، اور پھر گھر آ کر ذمہ داریوں کی لامتناہی فہرست۔

وقت جیسے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسلتا جا رہا تھا، اور جب شام نے رات کی چادر اوڑھی، تو وہ بھی تھکن سے چور ہو کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

کمرے کی لائٹ مدھم تھی، کھڑکی سے آتی ہلکی ہوا پردوں کو آہستہ سے ہلا رہی تھی، جیسے کوئی ان دیکھے جذبوں کو چھو کر گزر رہا ہو۔ ماحول پر سکون تھا، مگر اس کے دل کے اندر ایک ہلچل سی تھی—کوئی ادھورا پن، کوئی چھپا ہوا خلا جو لفظوں میں بیان نہ ہو سکے۔

اس نے یونہی بے دلی سے موبائل اٹھایا۔ سکرین پر ایک مانوس نام جگمگا رہا تھا—

"طحہٰ"۔ وہی طحہٰ، جس کی باتوں میں شوخی بھی تھی اور بے تکلفی بھی، جس کا ہر پیغام دن بھر کی تھکن کو ہنسی میں بدل دیتا تھا۔

اس نے میسج کھولا> "پوری شام ہو گئی ہے، تمہارا کوئی اتا پتا نہیں۔ خیریت ہے؟"

ایک پل کو وہ ساکت رہی۔ جانے کیوں دل بوجھل سا تھا۔ پھر ہلکی سی سانس لیتے ہوئے مختصر سا جواب> "بس مصروف تھی۔"

اس نے فوراً ہی جواب دیا—جیسے وہ منتظر ہو "مصروف ہو سکتی ہو، پر دور نہ ہونا..."

یہ لفظ، سیدھے دل پر اترے۔ جیسے کسی نے خاموشی سے اس کے اندر کے خالی پن کو چھو لیا ہو۔

وہ مسکرائی نہیں، مگر آنکھوں میں نمی کی ایک جھلک ابھر آئی۔ کبھی کبھی ایک سادہ سا جملہ بھی بہت کچھ کہہ جاتا ہے—شاید، وہی طحہٰ کی خوبی تھی۔

وہ چاہ کر بھی فوری جواب نہ دے سکی۔ جیسے کچھ رکا ہوا ہو اندر۔

کچھ دیر بعد، طحہٰ نے پھر سے میسج کیا "آج عجیب دن ہے... سب کچھ معمول پر ہے، لیکن باتوں میں وہ بات نہیں۔ کیا تم ٹھیک ہو؟

"بس... عجیب دن گزر رہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں دل گھبر اسا رہا ہے۔"

طحہٰ کی انگلیاں لمحہ بھر کو ساکت ہو گئیں۔ اس کی نظریں اس ایک سطر پر رک گئیں، جیسے وہ الفاظ سے زیادہ اس کے پیچھے چھپے احساسات کو پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

کچھ لمحوں بعد اس نے نرمی سے لکھتے ہوئے

" کبھی کبھی دل بے وجہ پریشان ہو جاتا ہے۔ شاید ذہن تھکا ہوا ہو... یا شاید کوئی بات اندر چھپی ہو، جسے خود بھی پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔"

دونوں جانب خامشی چھا گئی—وہ خامشی جو صرف گہرے رشتوں کے درمیان ہوتی ہے۔

پھر ماریہ نے ٹوٹے ہوئے لفظوں میں کچھ اور لکھا "لگتا ہے جیسے سب کچھ ہے، پر کچھ نہیں ہے... سمجھے؟"

طحہٰ کا دل دھڑک کر رک سا گیا۔ وہ اس درد کو سمجھتا تھا—یہ وہ خلا تھا جو الفاظ میں نہیں، فقط احساس میں بیان ہوتا ہے۔

"میں نہیں جانتا کہ تمہیں کیا تنگ کر رہا ہے، لیکن اگر کبھی بات کرنا چاہو... یا بس خاموش رہنا چاہو... تو میں وہ بھی سن سکتا ہوں۔"

یہ جملہ جیسے ہوا میں نہیں، دل پر رکھا گیا ہو۔ ماریہ کے لبوں پر بے ساختہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ آئی، وہ جو شاید خود اسے بھی محسوس نہ ہوئی ہو۔

"شکریہ۔"

لیکن طحہٰ نے جان لیا تھا—اس ایک لفظ میں کئی ان کہی باتیں دفن تھیں۔

"بس دل چاہا تمہیں تھوڑا سا اچھا محسوس کرواؤں۔"

اور ماریہ نے جیسے دل ہی دل میں محسوس کیا، کوئی بھاری بوجھ تھا، جو آہستہ آہستہ کندھوں سے ہٹتا جا رہا تھا۔ اس نے خود سے ایک سوال کیا—

"کیا واقعی... یہ سب کچھ صرف ایک دوست کی بات ہے؟"

اور جواب... شاید خاموشی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔

ماریہ اب رفتہ رفتہ طحہٰ کے قریب آنے لگی تھی — جیسے کوئی خزاں رسیدہ شاخ دوبارہ بہار کو محسوس کرنے لگے۔

وہ لڑکی جو کبھی لفظوں میں کم اور خاموشیوں میں زیادہ جیتی تھی، اب طحہٰ کے ساتھ باتوں میں الجھنے لگی تھی۔

طحہٰ کا نرم لہجہ، اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں چھپی ہوئی گہرائی، بے ساختہ ہنسی اور کبھی کبھار وہ سنبھال لینے والا انداز — سب کچھ ماریہ کے اندر کوئی در کھولنے لگا تھا۔

اسے حیرت ہوتی، جب وہ خود کو طحہٰ سے دن بھر کی چھوٹی چھوٹی باتیں بانٹتے پاتی۔ کبھی وہ سوچتی، میں کیوں اسے یہ سب بتا رہی ہوں؟ لیکن جواب کہیں اس دل میں ہی چھپا ہوتا — جواب طحہٰ کی موجودگی کو ایک خوشگوار عادت بنا چکا تھا۔

ایک وہ طحہٰ، جسے وہ کبھی صرف ایک "دوست" سمجھتی تھی، اب اس کی روزمرہ کی "ضرورت" بنتا جا رہا تھا۔ اور وہ یہ بدلاؤ محسوس بھی کر رہی تھی، مگر شاید لفظوں میں سمیٹ نہیں پا رہی تھی۔

وہ لمحہ عام سا تھا، مگر دل کی دنیا میں ہلچل مچا دینے والا۔ ایک شام، جب سب کچھ خاموش تھا —

باہر کی فضا بھی اور اندر کا موسم بھی —

ماریہ نے بے خیالی میں فون اٹھایا، طحہٰ کا نام تلاش کیا، اور چند لمحوں کے توقف کے بعد **"Stranger"** کو مٹا کر وہاں لکھ دیا **"Crush💬"**۔

انگلیاں تھوڑی دیر رکی رہیں، جیسے دل سے اجازت مانگ رہی ہوں۔ اور پھر، جیسے کسی انجانے اعتراف نے خاموشی سے سانس لے لی۔

وہ نام اب صرف ایک **contact** نہیں رہا تھا، بلکہ اس دل کی ایک خاموش دلیل بن گیا تھا، جو سب کچھ کہہ کر بھی کچھ نہ کہہ پایا تھا۔

اُدھر طحہٰ بھی شاید دل کی ان بے آواز صداؤں کو سن چکا تھا۔ اُس نے ماریہ کو ایک نیا نام دیا — "چوزی"۔

ایک ایسا لفظ جو بظاہر شوخی سے لبریز تھا، مگر اس کے پیچھے چھپی محبت کا انداز کچھ اور ہی تھا۔

جب بھی وہ یہ نام لیتا، اُس کی آواز میں ایک عجیب سی نرمی ہوتی، ایک ایسا رنگ جو صرف ماریہ کے لیے مخصوص تھا۔ وہ اسے اس انداز سے پکارتا جیسے یہ دنیا کا سب سے خوبصورت نام ہو —

ایسا نام جو نہ صرف اس کے لبوں پر، بلکہ اس کے دل پر بھی لکھا جا چکا تھا۔

آج یسن کی سالگرہ تھی، اور کمرے میں خوشیوں کی ایک دنیا سجی ہوئی تھی۔ روشنیوں کی چمک، موسیقی کی لے، اور دوستوں کی قہقہے دار باتوں میں وقت جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔

مگر اُس ہجوم میں طحہٰ کی نظریں بار بار موبائل کی اسکرین پر ٹک جاتیں — جیسے کوئی ان دیکھی ڈور اسے وہاں سے کھینچ رہی ہو۔

پھر جیسے ہی ماریہ کی کال آئی، وہ ایک لمحے کو سب کچھ چھوڑ کر کمرے کے ایک پر سکون کونے میں جا بیٹھا۔ آواز دھیمی تھی، لہجہ بے حد نرم — اس کے لفظوں میں وہ اپنائیت تھی جو صرف ماریہ کے لیے مخصوص تھی۔

اسی اثنا میں، فیضان نے اسے یوں بات کرتے دیکھ لیا۔ اس کی عادت تھی بات کو مذاق میں ٹال دینا، اور آج بھی وہ وہی کر بیٹھا۔ ایک شوخ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا،

"بس بات چیت ہی کرنی ہے تو ہمیں بھی کسی سے ملواؤ... مزے تو تم لے رہے ہو، ہمیں بھی دلاؤ کچھ!"

طحہٰ کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ اس نے فون آہستہ سے نیچے رکھا اور فیضان کی طرف دیکھا — اس کی آنکھوں میں وہ سختی تھی جو عام طور پر اس کے مزاج میں نہیں ملتی تھی۔

"یہ مذاق تمہارے لیے ہو گا، میرے لیے نہیں ہے۔"

فیضان جھینپ گیا، پھر بھی اس نے مسکراہٹ بچاتے ہوئے کہا،

"او یار، سیریس کیوں ہو رہا ہے؟ بس مذاق تھا!"

"ہر چیز تمہیں مذاق لگتی ہے نا؟ تو سن لو، وہ لڑکی میرے لیے مذاق نہیں ہے!"

کمرے کا شور لمحہ بھر کے لیے تھم گیا۔ کچھ تلخ جملے، کچھ بڑھتے لہجے، اور پھر قریب کھڑے دوستوں نے بیچ بچاؤ کر کے ماحول کو سنبھالا۔

مگر طحٰہ کے قدم غصے سے باہر کی جانب اٹھ چکے تھے، اور اس کے پیچھے صرف ایک خاموشی رہ گئی تھی—جو دوستی کے بیچ دراڑ کی مانند تھی۔

کچھ لمحوں بعد، فیضان نے ندامت سے نظریں جھکالیں۔ اس کا لہجہ دھیر ہو چکا تھا،

"مجھے نہیں پتا تھا یار... تم واقعی سنجیدہ ہو... میں نے تو بس مذاق کیا تھا۔"

لیکن بعض مذاق... رشتوں کی حد سے آگے نکل جاتے ہیں—اور وہ لمحہ، شاید ایسا ہی تھا۔

طحٰہ کے قدم غصے سے بھرے تیز تھے، جیسے ہر قدم کے ساتھ وہ اس خاموشی کو روند دینا چاہتا ہو جو اندر ہی اندر اسے نگل رہی تھی۔

دروازہ زور سے بند ہوا، کمرے میں لمحہ بھر کو خاموشی چھاگئی۔ سب کی نظریں دروازے پر جم گئیں، مگر فیضان کی نظریں میز پر رکھے طحٰہ کے فون پر اٹک گئیں، جو وہ بے دھیانی میں وہیں چھوڑ گیا تھا۔

چند لمحے وہ یونہی تکتا رہا، جیسے خود سے لڑ رہا ہو—چھونا چاہیے یا نہیں؟ مگر تجسس نے بالآخر جیت لی۔

اس نے فون اٹھایا، لاک پہلے ہی کھلا ہوا تھا، اور چیٹ کھلی تھی—

"چوزی" کے نام سے۔

اس کے انگوٹھے کی ہلکی سی حرکت نے آخری میسج تک پہنچا دیا—ایک ایسا جملہ جو وہ صرف پڑھ ہی نہیں رہا تھا، محسوس بھی کر رہا تھا۔

پڑھتے ہی اس کی آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ چہرے کے تاثرات جیسے یکدم سن ہو گئے۔

اسکرین پر بس اتنا لکھا ہوا تھا:

“Seen at 2:13am”

(لیکن کوئی جواب نہیں آیا...)

آخر وہ میسج کیا تھا جس کو دیکھ کر فیضان کی زہریلی مسکراہٹ ابھری تھی۔۔۔۔۔

اختتام قسط

قسط نمبر4

اب کہانی ایک نیا موڑ لے چکی تھی۔

فیضان جو ہمیشہ اپنے دوستوں میں چالاکی اور لفظوں کے کھیل کے لیے مشہور تھا، اب خود انہی لفظوں کا اسیر بن کر رہ گیا تھا۔ وہ وہیں بیٹھا طحہٰ کا فون ہاتھ میں لیے اُس چیٹ کو گھور رہا تھا—ایک ایک لفظ جیسے اُس کی سماعت میں گونج رہا تھا۔ وہی لائن... وہی زہر آلود جملہ جس پر اُس نے طحہٰ کو اکسایا تھا۔ اُس وقت اُسے یہ محض ایک کھیل لگا تھا، ایک معصوم لڑکی پر ایک شرط—مگر اب جب اُسے پتہ چلا کہ وہ لڑکی اور کوئی نہیں بلکہ ماہی ہے، تو اُس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔ فیضان کو پہلی بار اپنی شیطانی ہنسی بے معنی لگی۔ اُس کے اندر کہیں کوئی پچھتاوا سر اُٹھا رہا تھا۔ شاید کھیل اب اُس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا—اور اب اُس ایک لائن کا بوجھ اُس کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح چبھنے لگا تھا۔

فیضان کی آنکھوں میں ایک لمحے کو ایسی چمک ابھری جیسے کسی پرانے راز نے پھر سے سانس لے لی ہو۔ اُس کے ہونٹوں پر پھیلتی وہ طنزیہ مسکراہٹ گویا اعلان تھی کہ اب کچھ چھپا نہیں رہا۔ وہ خاموش بیٹھا تھا مگر اُس کی آنکھیں طحہٰ کی نیت کی پرتیں اُلٹنے لگی تھیں—ایک ایک بات، ایک ایک اشارہ اُسے اب اور گہرا دکھائی دینے لگا۔ اُس کے دل میں کہیں یہ خیال سر اُٹھا کہ شاید طحہٰ نے جو کھیل شروع کیا تھا، اُس میں اب دل کی آمیزش اُسے کمزور کر رہی ہے۔ اور فیضان؟ وہ کمزور ہونے والوں میں سے کب تھا۔ وہ اپنی چمک دار آنکھوں اور زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ اب اس کھیل کو سنجیدگی کی اُس حد تک لے جانا چاہتا تھا جہاں دل ٹوٹتے ہیں، اور سچ بے رحم ہو کر سامنے آتا ہے۔

اُدھر یاسین کو جب طحہٰ اور ماریہ کی کہانی کا پتہ چلا تو پہلے تو اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، پھر ہنسی دبا کر رہ نہ سکا۔ ”ارے واہ بھائی! تو تو چھپا رستم نکلا، کم از کم اپنے جگری یار کو تو بتا دیتا!“ یاسین نے کندھے پر ہاتھ مارا تو طحہٰ بس مسکرا کر رہ گیا۔ ”شک تو مجھے پہلے سے تھا، مگر پھر سوچا کہ طحہٰ گوندل اور محبت؟ نہیں نہیں، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا...“ یاسین نے ہنستے ہنستے کہا، ”لیکن یار میں تیرے لیے خوش ہوں۔ فائنلی میرا بھائی بھی بڑا ہو گیا ہے۔“ پھر اُس نے آنکھیں تنگ کر کے طحہٰ کو گھورا، ”بس ایک بات بتا، وہ تو محض ایک شرط تھی نا، تو پھر یہ سب کیسے؟“۔۔۔۔۔۔ طحہٰ کی آواز دھیمی پڑ گئی، ”یار یاسین! مجھے خود نہیں پتہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، بس جب اُس سے بات کرتا ہوں تو ایک عجیب سا سکون ملتا ہے، جو دنیا میں کہیں نہیں۔۔۔۔۔“ یاسین نے قہقہہ مارا، ”اچھا! بس بس سمجھ گیا میں... تو نے اظہار کیا؟ بتایا بھابھی کو؟“ ”بھابھی؟ ابے یار!“ طحہٰ نے ہنستے ہوئے کہا تو دونوں کے قہقہے کیفے کی میز پر بکھر گئے۔ یاسین نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا، ”ہاں ہاں، کب بتا رہا ہے بھابھی کو؟“ طحہٰ نے نظریں چرا کر کہا، ”یار ڈر لگتا ہے کہیں میں اظہار کروں اور وہ منع نہ کر دے...“ یاسین نے زور سے اُس کے کندھے پکڑ کر ہلایا، ”طحہٰ گوندل ہی

ہے ناتُو؟ پھر ڈر کیا رہا ہے؟ واہ بھائی واہ! چل ہمت کر، بھابھی کو ملنے کا بول!" طحہٰ نے ہچکچاتے ہوئے کہا، "نہیں یار وہ نہیں مانے گی... اُس کی کوئی دوست ہے جس سے بات ہو سکتی ہے؟" یاسین نے فوراً موبائل نکالا، "ہاں یار، دعا ہے اُس کی خاص دوست..." اُس نے کال ملائی، کچھ لمحوں بعد دوسری طرف سے دعا کی آواز آئی، "اسلام علیکم بھائی! کیسے ہیں آپ؟" یاسین نے قہقہہ دبایا، "وعلیکم السلام، میں طحہٰ کا دوست بات کر رہا ہوں..." دعا نے فوراً شوخی سے پوچھا، "اچھا، کیسی دوست ہیں آپ؟" "مس دعا "بھابھی کی..." یاسین نے ہنستے ہوئے کہا، صرف دعا ہی جانتی تھی کہ طحہٰ کی چاہت میں کیسی شدت چھپی تھی۔ "کیا ہوا؟ کچھ بتانا پسند کریں گے؟" دعا نے سنجیدگی سے پوچھا۔ یاسین نے گہری سانس لی، "چھ مہینے سے اوپر ہو گئے، اور یہ دونوں ابھی تک ملے بھی نہیں۔ میرے پاس ایک پلان ہے—تم بس بھابھی کو کسی طرح منالو کہ وہ طحہٰ سے ملے۔" دعا کی ہنسی دوسری طرف گونجی، "اوکے، اتنا کر دیتی ہوں۔" اور اگلے ہی پل اُس نے کال کاٹ دی۔ یاسین نے فون دیکھا اور مسکرا کر بولا، کھڑوس کہیں کی... پر کام ہو جائے گا۔۔۔

ماریہ لائبریری کے ایک کونے میں بیٹھی کتابوں میں گم تھی کہ اتنے میں دعا ہانپتی ہوئی اُس کے پاس آپہنچی۔ "یار! میں نے پورے کالج میں تمہیں ڈھونڈ ڈالا اور تم یہاں چھپی بیٹھی ہو؟" دعا نے خفگی سے کہا۔ ماریہ نے نظریں اُٹھا کر ہلکی سی مسکراہٹ دی، "ہاں بس، ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی۔" دعا نے اُس کے ہاتھ سے کتاب لے کر بند کر دی، "چھوڑ اس ٹیسٹ کو، میری بات سن!" ماریہ نے تھوڑا جھنجھلا کر کہا، "جی جناب، بولو!" دعا شرارت سے مسکرائی، "ماریہ! کبھی دل نہیں چاہا کہ تم طحہٰ سے ملو؟ تم ہو، بھائی ہو، ایک رومینٹک سا مومنٹ ہو...؟" ماریہ نے فوراً تیوری چڑھا کر کہا، "جی نہیں! میں ایسی فضول باتیں نہیں سوچتی۔" دعا نے اُس کے چہرے کو تکتے ہوئے شرارت سے کہا، "یار! تم کتنی کھڑوس ہو، لڑکیاں تو ایسے موقع کی تلاش میں رہتی ہیں اور ایک تم ہو کہ..." ماریہ نے تحمل سے کہا، "میں دوسروں جیسی نہیں ہوں۔" دعا نے منہ بنایا، "پتہ ہے یار، لیکن ایک بار تو ملنا چاہیے نا تمہیں اور بھائی کو۔ کیا خیال؟" ماریہ نے کتاب کھولی اور سرد لہجے میں کہا، "نہیں، نہیں ملنا چاہیے۔" دعا نے منہ بنا کر اُس کے بازو کو جھنجھوڑا، "یار مان جاؤ نا پلیز! میری پیاری دوست نہیں ہو کیا؟" ماریہ نے ہنس کر کتاب دوبارہ کھول لی، "ہو گیا تمہارا سب، اب مجھے تیاری کرنے دو، جاؤ یہاں سے۔" مگر دعا کہاں ماننے والی تھی۔ دو تین دن تک وہ اُسی ضد میں لگی رہی، ہر بار ماریہ کے انکار پر نئی منت سماجت تیار رکھتی۔

شام ڈھلنے لگی تو ماریہ کی فون کی اسکرین پر طحہٰ کا نام جگمگایا۔ چند رسمی باتوں کے بعد اُس نے اچانک پوچھ لیا، "کیا آپ نے دعا کو کہا ہے ملنے کا؟" طحہٰ کی آواز ایک دم سے رُک سی گئی، "ن۔۔۔ نہیں۔۔۔ ن۔۔۔ نہیں تو۔۔۔" اُس کی ہڑبڑاہٹ ماریہ کے

لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ لے آئی، "اچھا، سہی!" پھر اُس نے بات بدل دی، جیسے کچھ اور کہنا باقی ہی نہ ہو۔ چند ادھوری باتوں کے بعد اُس نے آہستگی سے کہا، "اللہ حافظ، میں سو رہی ہوں۔" فون بند ہوتے ہی ایک انجانا سا بوجھ اُس کے دل میں اُتر گیا۔ مگر اگلی صبح دعا پھر اُسی ضد کے ساتھ اُس کے سر پر کھڑی تھی، "یار! مان جاؤ نا پلیز..." اس بار ماریہ نے غصے سے اُسے جھڑکا نہیں، بس نظریں نیچی کر کے "ہمم" کہہ دیا—وہ "ہمم" جس نے دعا کو امید کی ایک ننھی سی لکیر تھما دی۔ اور پھر، کئی دنوں کی ضد، منتوں، خفگی، ناراضی اور میٹھی میٹھی مناؤں کے بعد، ماریہ کا دل آخرکار پگھل ہی گیا۔ اُس نے آہستگی سے دعا کو ہاں کہہ دی—اُسی ملاقات کے لیے، جو شاید اُس کی زندگی کی کہانی کو ہمیشہ کے لیے بدلنے آ رہی تھی۔

آخرکار دعا کی ضد اور یاسین کی مسلسل شرارتوں نے وہ کر دکھایا جو شاید طحہٰ اور ماریہ دونوں نے دل میں بھی نہیں سوچا تھا۔ کتنے ہی انکار، کتنی ہی ہچکچاہٹ، اور کتنی ہی بہانے بازیاں آخر ماریہ کے دل کی نرم دیواروں سے ٹکرا کر گر ہی گئیں۔ یاسین نے طحہٰ کی ہمت بندھائی، دعا نے ماریہ کو منایا—اور یوں ضد، شرارت اور خلوص کی اس ملی جلی سازش نے اُن دونوں کی پہلی ملاقات کا بندوبست کر ہی دیا۔

آج ماریہ کے چہرے پر خوشی کی ایک الگ سی روشنی تھی، مگر اُس خوشی کے پیچھے چھپی پریشانی بھی صاف جھلک رہی تھی۔ وہ اپنے ہی دل سے الجھ رہی تھی— "کیا ہونا ہے وہاں؟ میں نے ہاں تو کر دی، اب جاؤں یا نہ جاؤں؟" اُس کے لبوں پر سوال تھے جو صرف اُسی کو سنائی دے رہے تھے۔ اتنے میں دعا نے دبے قدموں آ کر اُسے پیچھے سے شرارت سے ڈرایا، "اوہو میڈم! کہاں کھوئی ہوئی ہیں؟ بھائی طحہٰ کے خیالوں میں؟ ابھی تھوڑی دیر بعد تو اُن کے سامنے ہونا ہے، ٹینشن نہ لو۔" ماریہ نے نظریں چرا کر آہستگی سے کہا، "یار دعا! مجھے بہت فکر ہو رہی ہے، پتہ نہیں وہاں کیا ہو گا... میں کچھ نہیں جانتی۔" دعا نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور شوخی سے بولی، "ارے یار! بھائی کوئی بھوت تھوڑی ہے جو تمہیں کھا جائے گا۔" ماریہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی، "ہمم... ہاں، یہ تو ہے... لیکن پھر بھی..." دعا نے اُس کا جملہ بیچ میں ہی کاٹ دیا، "اس لیکن کو چھوڑو اور جلدی تیار ہو جاؤ، شاباش! پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔" ماریہ نے بے بس ہو کر سر ہلایا، جیسے خود کو تسلی دے رہی ہو کہ آج جو ہونے والا ہے، اُس کا سامنا اُسے اب کر ہی لینا ہے۔

ایک خوبصورت کیفے تھا—پھولوں سے سجا ہوا، خوشبو سے مہکتا، اور اتنا خاموش کہ جیسے وہاں لفظ بھی آ کر ٹھہر جائیں۔ ماریہ نے بے چینی سے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں، مگر اُس پرسکون گوشے میں اُن دونوں کے سوا کوئی نظر نہیں آیا۔ دعا نے مسکرا کر کہا، "یار! یہ کتنی خوبصورت جگہ ہے نا..." ماریہ نے ہلکی سی نظر دعا پر ڈالی، پھر گھبرائے لہجے میں بولی، "ہمم... مگر یہاں کوئی

نہیں ہے۔ چلو دعا، چلتے ہیں...مجھے اب ڈر لگ رہا ہے۔" وہ جیسے ہی مڑ کر جانے لگی، اچانک اوپر سے پھولوں کی نرمی برسنے لگی— ایک رنگ برنگی بارش جو اُس کے بالوں میں، دوپٹے پر، دعا کی ہنسی پر گرتی چلی گئی۔ چاروں طرف سے لائٹیں ایک ایک کر کے جل اُٹھیں، اور اُس سنسان کیفے میں ایک خواب جیسا منظر اُبھر آیا—ایسا منظر جسے دیکھ کر ماریہ کی سانس جیسے پل بھر کو رک سی گئی ہو۔

ماریہ کی نظریں جیسے ہی سامنے ٹھہریں، اُس کا دل ایک لمحے کو تیز دھڑکنے لگا۔ سامنے طحہٰ کھڑا تھا—ہاتھ میں سرخ گلابوں کا خوبصورت گلدستہ، ریڈ شرٹ، بلیک پینٹ اور اُس کے سلکی بکھرے بال جو اُس کے چہرے کو اور بھی دلکش بنا رہے تھے۔ اُس کی نظریں سیدھی ماریہ پر تھیں، اور قدم آہستہ آہستہ اُسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ماریہ کی سانسیں رک سی گئیں، نظریں جھکائیں تو دل کی دھڑکن اور تیز سنائی دی۔ اتنی ہی دیر میں پیچھے سے یاسین آ نکلا، جس نے دعا کو کہنی سے پکڑا اور شرارت سے بولا، "تم کیا کباب میں ہڈی بنی ہوئی ہو؟ آؤ ادھر!" دعا نے مڑ کر شرارتی نظروں سے منظر کو آخری بار دیکھا، پھر یاسین کے ساتھ وہاں سے ہنستی ہوئی کھسک گئی—اور اب اس پھولوں سے سجے کیفے میں، لائٹوں کی مدھم چمک تلے، بس وہ دو نگاہیں رہ گئی تھیں جن کے بیچ پہلی بار لفظوں سے زیادہ خاموشی بول رہی تھی۔

ماریہ آج اُس کیفے میں کسی خواب کی صورت اُتری تھی—بلیک فراک جو اُس کے پاؤں تک شان سے بہہ رہا تھا، اُس کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ جس کی تہیں چلتے ہوئے ایک خاص نفاست بکھیر رہی تھیں۔ اُس کے کھلے گھنگریالے برف جیسے اُجلے بال اُس کے کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے، اور گلے میں پڑا ریشمی بلیک دوپٹہ اُس کی سادگی کو ایک شاہانہ وقار دے رہا تھا۔ اُس پل وہ واقعی کسی پری کی مانند لگ رہی تھی—وہی خاموشی، وہی پاکیزگی، اور وہی دل میں چھپی بے نام سی ہچکچاہٹ جو طحہٰ کی نظروں کو پلک جھپکنے کی اجازت تک نہ دے رہی تھی۔

وہ بلیک ڈریس پہنے اس پر قیامت ڈھا رہی تھی وہ اسے اپنے سامنے نظریں جھکائیں معصوم سی پری کی مانند لگ رہی تھی جس کو پھول تھماتے ہوئے اس نے سلام پیش کیا

وہ بس اس کے چاند سے چہرے کو دیکھتے ہی چلا جا رہا تھا بنا کچھ کہے۔۔۔ وہ اپنے ہوش کھو چکا تھا۔

لمحہ کتنا حسین تھا جب ماریہ نے چٹکی بجا کر طحہٰ کو خیالوں کی دنیا سے واپس کھینچا—

وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا، جیسے خواب سے حقیقت میں آیا ہو۔

"کہاں کھو گئے ہو مسٹر طحہٰ؟" وہ ہنس کر بولی تو طحہٰ کے ہونٹوں سے بے اختیار نکلا،

"کہ۔۔۔ کہی۔۔۔ نہیں۔۔۔

کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے؟ تم تو تصویروں سے بھی زیادہ خوبصورت ہو ماریہ۔۔۔ تم کیوں اتنی پیاری ہو؟"

وہ بے خود سا ہو کر اس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

اس نے ماریہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے، آنکھوں میں نمی اور لہجے میں بے پناہ سچائی تھی۔

"ماریہ، میری چوزی۔۔۔۔ جب میں نے تمہیں پہلی بار میسج کیا تھا، تب ہی دل کے کسی کونے میں ایک عجب سی فیلنگ جاگی تھی... کہ شاید یہ وہی لڑکی ہے جو صرف میرے لیے بنی ہے۔

پتا نہیں کب، کیسے، کہاں... پر تم سے محبت ہوتی چلی گئی۔"

وہ رو رہا تھا، لفظ لفظ کے ساتھ آنسو اس کی پلکوں سے پھسل کر ماریہ کی انگلیوں تک آ رہے تھے۔

"پلیز... مجھے کبھی چھوڑ کر مت جانا، میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔

تمہیں یہ سب ڈائیلاگ لگ رہے ہوں گے، مگر میری ہر سانس تمہارا نام لیتی ہے، چوزی... میری جان!

کیا تم اس محبت، اس عشق کے سفر میں میرا ساتھ دو گی؟"

وہ کانپتی آواز میں پوچھ رہا تھا، اور ماریہ کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔۔۔

ماریہ نے لرزتے ہاتھوں سے طحہٰ کے آنسو پونچھے تو اس کے دل کی دیواریں جیسے گرنے لگیں۔

نرمی سے، دھیرے سے، اس نے طحہٰ کی نم آنکھوں میں دیکھا اور ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر لے آئی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تم مجھے اتنا ٹوٹ کر چاہ سکتے ہو، طحہٰ..." اس کی آواز بھیگ گئی تھی،

"میں بس ڈر گئی تھی کہ کہیں پھر سے میرا اعتبار نہ ٹوٹ جائے... اب دوبارہ کھونے کی ہمت نہیں رہی مجھ میں"...

اس نے طحہٰ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیے۔۔۔

وہ پلکیں جھکا کر ہنس دی، جیسے برسوں کا بوجھ دل سے اتر گیا ہو۔

پھر دھیرے سے اس نے سر ہلایا، "ہاں طحہٰ... میں تمہارے ساتھ ہوں... ہمیشہ"...

یہ کہتے ہی جیسے طحہٰ کی ٹوٹی سانسوں میں پھر سے زندگی اتر گئی—

محبت جیت گئی تھی، خوف ہار گیا تھا—اور ان دونوں کے درمیان صرف ایک وعدہ رہ گیا تھا—ہمیشہ کا۔

وہ دونوں تصویریں لے رہے تھے، لمحوں کو کیمرے کی آنکھ میں قید کرتے ہوئے جیسے اپنی خوشیوں کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینا چاہتے ہوں۔

طحہٰ کی ہنسی، ماریہ کی شرمیلی مسکراہٹ—سب کچھ تصویر میں قید ہو رہا تھا۔

اسی دوران یسن اور دعا ہنستے ہوئے قریب آ گئے۔

"ہو گیا رومانس تم دونوں کا؟" یسن نے شرارت سے کہا تو دعا نے بھی ہنستے ہوئے ساتھ دیا،

اور سب کے قہقہے مل کر اس لمحے کو مزید خوبصورت بنا گئے۔

وہ سب بہت خوش تھے، ایک دوسرے کے ساتھ، ایک دوسرے کے قریب—

یہ لمحے، یہ ہنسی، یہ تصویریں—سب یادگار تھے۔

مگر کسی کو خبر نہ تھی کہ انہی تصویروں میں قید یہ پل،

کب کسی طوفان کی زد میں آ جائیں گے،

اور ان کی ہنسیوں کو آنسوؤں میں بدل ڈالیں گے...

آج کی رات کی بات ہی کچھ اور تھی—جیسے دونوں نے ساری دنیا جیت لی ہو، جیسے ہر دکھ، ہر تکلیف کہیں دور رہ گئی ہو۔

چاروں طرف صرف خوشیاں تھیں، بے فکری تھی، ایک دوسرے کی موجودگی کا سکون تھا۔

وہ دونوں رات بھر باتیں کرتے رہے، لفظ لفظ میں خواب بنتے گئے۔

اذانِ فجر تک کال چلتی رہی—کبھی ہنسی، کبھی خاموشی، کبھی بے نامی دعائیں۔

زندگی کسی حسین خواب کی طرح لگنے لگی تھی جس میں کل کا کوئی پتا نہ تھا، نہ ہی آج کے بعد کی کوئی فکر۔

مگر تقدیر کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا—

یہ خوشیاں زیادہ دیر ان کے نصیب میں ٹھہرنے والی نہیں تھیں۔

جو لمحے ابھی مسکراہٹوں سے بھرے تھے، وہی کل کو کسی آزمائش کی بھینٹ چڑھنے والے تھے—

اور وہ دونوں اس حقیقت سے بے خبر، ایک دوسرے کے لفظوں میں پناہ لیے بیٹھے تھے۔

کچھ دن بعد وہی محبت بھری باتیں، وہ تصویریں جو صرف یادوں کے لیے تھیں، گینگسٹر گروپ میں افواہوں کی صورت پھیل گئیں۔

سب کو خبر ہو گئی کہ طحہٰ نے ماریہ کو پرپوز کر دیا ہے۔

طحہٰ کے دوست، جو ہمیشہ اس کی آزادی کے قصے سناتے تھے، اب اسی پر چیخنے لگے—

"تم تو سیریس ہو گئے ہو؟ یہ تو صرف ایک شرط تھی! اتنا آگے کیسے بڑھ گئے؟"

کہیں طعنے، کہیں غصہ، کہیں بے یقینی—طحہٰ خاموش کھڑا سنتا رہا۔

اُدھر وہی تصویریں، جو رات کی تنہائی میں قید کی گئی تھیں،

اب ایک موبائل سے دوسرے موبائل تک سفر کرنے لگیں—

ہنسی، شرارت اور چہروں پر لگے اعتماد کے پردے اُترنے لگے۔

اور قسمت کی ستم ظریفی دیکھو کہ انہی تصویروں پر فیضان کی نظر پڑ گئی—

ایک ایسی نظر جس نے پل بھر میں سب کچھ بدل دینا تھا۔

فیضان کے ہاتھ انتقام کا ہتھیار لگ چکا تھا، اور وہ اسے کسی قیمت پر ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے چالاکی سے وہ تصویریں اپنے موبائل میں محفوظ کر لیں، اور ماریہ کا نمبر بھی کسی ذریعے سے نکلوا لیا۔

دوپہر کا وقت تھا جب ماریہ کے فون پر ایک انجان نمبر سے میسج آیا—"ہیلو دوست—"

ماریہ نے بے دھیانی میں دیکھا اور نظر انداز کر دیا۔

لیکن تھوڑی دیر بعد اسی انجان نمبر سے چند تصاویر آنے لگیں۔

نیٹ کی کمزوری نے اُسے کچھ سمجھنے نہ دیا—تصویریں اوپن نہیں ہو رہیں تھیں، بس ان کا عکس اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔

رات جب وہ سکون سے کھانا کھا کر اپنے کمرے میں لوٹی اور موبائل اٹھایا تو جیسے اُس کے ہاتھوں سے سب کچھ چھوٹ گیا۔

وہی تصویریں—جو کبھی یادگار لمحے سمجھی تھیں—اب اُسی کے خلاف ہتھیار بن گئی تھیں۔

ایک ایک تصویر جیسے اُس کی سانس روک رہی تھی، اور ساتھ آیا وہ میسج—

ایسا پیغام جو آنے والے دنوں میں اُس کی پوری دنیا کو اُلٹ دینے والا تھا۔

ماریہ کی انگلیاں موبائل پر جمی رہ گئیں—

اور دل میں کسی نئے طوفان کی چاپ سنائی دینے لگی۔

ماریہ کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے، جیسے اسکرین پر ابھرتے وہ زہر بھرے لفظ اُس کے دل کی نرم تہوں کو کاٹتے جا رہے ہوں۔

فون کی ٹھنڈی روشنی میں جگمگاتے وہ پیغامات اُس کی بھولی بسری محبت پر بے رحمی سے ہنس رہے تھے—جیسے چیخ چیخ کر کہہ رہے ہوں کہ اُس کا ہر یقین، ہر خواب بس ایک مذاق تھا۔

وہ صوفے پر یوں ساکت بیٹھی تھی جیسے پتھر کی مورتی ہو، آنکھوں میں حیرت، بے بسی اور اندر کہیں بہت گہرا صدمہ ٹھہر گیا تھا۔

یقین کرنا دشوار تھا کہ جس پر اُس نے اپنی پوری روح کے ساتھ اعتبار کیا، وہی اُس کی سب سے بڑی کمزوری بن جائے گا۔

اُس کے لب کپکپاتے رہے، آنکھوں کے گوشے نمکین نمی سے بھیگتے رہے، اور اُس کی بے جان آواز میں بس ایک ہی جملہ گونجتا رہا—

"وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا—"...

لیکن اُس کے اپنے دل نے بھی اب یہ جھوٹ سننے سے انکار کر دیا تھا۔

لیکن اُس کی اپنی ہی آواز اب اُس دلا سے پر یقین نہیں کر پا رہی تھی — جیسے لفظ اُس کے اپنے منہ سے نکل کر اُسی پر طنز کر رہے ہوں۔

دماغ مفلوج ہو چکا تھا، سوچنے سمجھنے کی ساری طاقت کہیں غائب ہو گئی تھی۔

انجان نمبر سے آئے چند لفظوں نے اُس کی دنیا جڑ سے اُکھاڑ دی تھی۔

آنکھوں کے آگے سب دھندلا سا تیرنے لگا، سانسیں بے ترتیب ہو گئیں، اور دل کی دھڑکنیں کانوں میں بجتی کسی منحوس گھنٹی کی طرح گونجنے لگیں۔

اچانک وہ چیخے بغیر اُٹھ کھڑی ہوئی — اور جو سامنے آیا، اُس نے دیوار سے دے مارا۔

کمرہ، جو کبھی اُس کی چھوٹی سی پناہ گاہ تھا، لمحوں میں شیشے، کتابیں اور یادوں کی کرچیوں سے بھر گیا۔

جیسے اُس کے دل کے اندر کی کرچیاں باہر بکھر رہی ہوں۔

لبوں سے ٹوٹتی سرگوشیاں ایک سچ کو بار بار دہراتی رہیں — "میں صرف ایک شرط تھی... سب فریب تھا... سب جھوٹ تھا... میں خواب بنتی رہی، اور وہ کھیل کھیلتا رہا"...

ہچکیاں اُس کے گلے سے روتے ہوئے لفظوں کو بھی دبا گئیں۔

آنسو پلکوں سے لڑھک کر فرش پر گرے — اور پھر وہ خود بھی اُن ٹوٹے قطروں کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گئی۔

ایک ٹوٹا ہوا خواب — جو اب کبھی مکمل نہ ہونا تھا۔

مگر سوال اب بھی فضا میں معلق تھا — کیا واقعی یہ کہانی یہیں دم توڑ دے گی؟

کیا طحہٰ اپنی سچائی، اپنی محبت کا یقین ماریہ کو دلا پائے گا؟

کیا وہ اپنی بے گناہی کو اُس کی ٹوٹی ہوئی آنکھوں میں پھر سے زندہ کر سکے گا؟

یا پھر فیضان کی یہ مکروہ جیت ہمیشہ کے لیے اُن دونوں کی محبت کو دفن کر دے گی؟

کیا ماریہ کے دل میں کبھی اتنی گنجائش بچے گی کہ وہ طحہٰ کو معاف کر سکے —

یا پھر یہ ادھوری کہانی یونہی ادھوری رہ جائے گی، ایک ادھورے خواب کی طرح؟

یہ وہ سوال تھے جو اُس رات کی خاموشی میں بھی چیختے رہے—

اور جن کا جواب ابھی تقدیر کے پردے میں چھپا تھا۔

(اختتامِ قسط)

قسط نمبر 5

ایک بار پھر قسمت نے اُسے اسی موڑ پر لا کھڑا کیا تھا جہاں سے اُس نے کبھی نئے خواب بُنے تھے، اُمید کی ننھی کلیاں دل میں اُگا لی تھیں۔ مگر اب کی بار وہ خواب بکھرنے کے بعد اُسے اندر سے خالی کر گئے تھے۔ ماریہ، جو کبھی سب کی مسکراہٹ کا باعث تھی، سب کی آنکھوں کا تارا تھی، اب جیسے اپنی ہی خاموشی میں کہیں گم ہو گئی تھی۔ وہ جو ایک نظر میں سب کو اپنی ہنسی سے جیون دے دیتی تھی، اب خود اپنی آنکھوں سے نیند چرا بیٹھی تھی۔ اُس کی راتیں آنسوؤں کی گواہ بن چکی تھیں—ہر رات وہ بستر پر پڑی رہتی، چھت کو تکتی رہتی، اور خود سے ایک ہی سوال کرتی رہتی: آخر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اُسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اتنی ٹوٹ کیوں گئی ہے۔ کسی پر اعتبار کرنا اُس کا قصور تھا یا اپنی معصومیت کو لفظوں میں باندھ دینا؟ ہر بار اُمید کرتی، بھروسہ کرتی، اور ہر بار وہی اعتبار اُس کے دل کو روند جاتا۔ وہ اب ایک چلتی پھرتی لاش تھی، جو دن کے اُجالے میں ہنسنے کا دکھاوا تو کر لیتی تھی، مگر رات کے اندھیرے میں وہی ہنسی اُس کے اپنے گلے میں آنسو بن کر اُتر آتی تھی۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اُس کی خاموشی میں کتنی چیخیں قید ہیں، کتنی باتیں ہیں جو وہ کہنا چاہتی ہے مگر کہہ نہیں پاتی۔ اب اُسے لفظوں سے بھی ڈر لگتا تھا—وہ لفظ جو کبھی کسی نے محبت سے کہے تھے، اور وہی لفظ بعد میں زخم بن کر اُس کے دل میں اُتر گئے تھے۔ وہ اکثر سوچتی—شاید اُس کا نصیب ہی ایسا ہے، یا شاید اُس کی محبت ہی کسی کے لیے کافی نہیں۔

ماریہ اب وہ ماریہ نہیں رہی تھی—وہ بس ایک سایہ بن چکی تھی، جو جیتے جی مر چکا تھا۔ کوئی اُسے پکارے تو وہ مسکرا دیتی تھی، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، مگر اندر کہیں وہ خود سے روز لڑتی تھی، خود سے شکوے کرتی تھی—کیوں ہر بار میرا یقین ٹوٹتا ہے؟ آخر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں؟

"کبھی لگتا تھا میں سب کی خوشی ہوں...

پھر وقت نے دکھایا کہ میں صرف ایک کہانی تھی—ادھوری، کچی، اور سب کی ضرورت کے مطابق۔

اب جب سب سو جاتے ہیں، میں جاگتی ہوں...

ان سوالوں کے ساتھ، جو میرا دل بھی نہیں سہہ پاتا۔

آخر میرے ساتھ ہی کیوں...؟

کس بات کی سزا ملی مجھے...؟

کہتے تھے خوشیوں کی راہ دکھائیں گے—

خوشیاں تو رہ گئیں، میں ہی کہیں کھو گئی۔

آج کل میں خود کو دیکھتی ہوں تو لگتا ہے

یہ وہ ماہی نہیں...

یہ کوئی اور ہے—جو زندہ ہے، پر جی نہیں رہی۔

کاش کوئی جان پاتا،

کہ چپ رہ کر بھی انسان کتنی چیخیں سہہ لیتا ہے..."☆☆☆☆

ایسے ہی دنوں میں، جب ماریہ کی زندگی میں کئی خاموش گھڑیاں اور ان کہی خواہشات چپ چاپ بسی ہوئی تھیں، اس کا کزن "زاویان" واپس لوٹا۔ زاویان جو لندن میں اپنی تعلیم مکمل کر کے گھر آیا تھا، ماریہ کا بچپن کا وہی قریبی دوست، رازدار اور سب سے پیارا ساتھی تھا جس نے ہمیشہ اس کے دکھ اور خوشی میں برابر کا حصہ لیا تھا۔ بچپن میں جب اس کے والدین کا انتقال ہو گیا تھا، تو وہ ماریہ اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ رہنے لگا، جو اسے اپنی ذات سے بھی زیادہ چاہنے لگے تھے۔

"اسلام علیکم، چچی جان، آپ کیسی ہیں؟" زاویان نے نرم لہجے میں کہا تو فوزیہ بیگم کی آنکھوں میں محبت کے آنسو جھلک اٹھے۔

"وعلیکم السلام، میرا پیارا بیٹا! میں بالکل ٹھیک ہوں،" کہتے ہوئے انہوں نے زاویان کا ماتھا چوم لیا۔ فوزیہ بیگم نے ہمیشہ اسے اپنے بڑے بیٹے کی طرح محبت دی تھی، اور آج اس کی واپسی ان کے لیے خوشیوں کا پیغام تھی۔ "کیسا رہا تمہارا سفر، بیٹا؟" انہوں نے پوچھا۔ زاویان نے مسکرا کر جواب دیا، "جی چچی جان، سفر اچھا تھا، مگر مجھے بس انتظار تھا کہ کب گھر پہنچوں اور آپ سب سے ملوں۔" اس کے الفاظ میں ایک خاص بے قراری تھی، کیونکہ اس کی نظریں بار بار ماریہ کو تلاش کر رہی تھیں، مگر وہ کہیں دکھائی نہ دی۔ "بیٹا، تم پہلے فریش ہو جاؤ، تب تک میں کھانا لگا لیتی ہوں تمہارے لیے،" فوزیہ بیگم نے محبت سے کہا۔ اتنا کہہ کر زاویان اپنے کمرے کی طرف چل دیا، اور حیرت انگیز طور پر ماریہ کا کمرہ بلکل اس کے سامنے تھا۔

ہیلو، پیاری سی لڑکی، کیسی ہو؟" زاویان نے مسکرا کر پوچھا۔ ماریہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، "ہاں، میں ٹھیک ہوں، تم بتاؤ، تم کیسے ہو؟" زاویان نے خوشی سے کہا، "اپنی پیاری سی دوست کو دیکھ کر اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ماریہ نے تھوڑی دیر چپ رہ کر بس اتنا کہا، "بس، اچھا۔" اس کا یہ خاموش اور دور رکھنا زاویان کو اندر ہی اندر پریشان کر گیا، مگر وہ کچھ کہہ نہ سکا۔ کچھ لمحے بعد ماریہ نے کہا، "میں مما کی مدد کروا کر آتی ہوں۔" جیسے وہ اس سے نظریں چرا رہی ہو اتنا کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گئی، اور زاویان اپنے دل میں ایک ان کہی فکری کے ساتھ کھڑا رہ گیا۔

فریش ہو کر زاویان کھانے کی میز پر پہنچا، جہاں سب لوگ اس کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ فوزیہ بیگم نے محبت بھرے انداز میں کہا، "آؤ بیٹھو نا زاویان، کھانا شروع کرو۔" پھر انہوں نے ماریہ سے کہا، "بیٹا، زاویان کو کھانا ڈال دو۔" ماریہ نے فوراً ہی سرد لہجے میں جواب دیا، "جس کو کھانا ہے، وہ خود ڈال کر کھا لے۔" یہ اکھڑا ہوا جملہ زاویان کے دل کو چبھ گیا، وہ حیران رہ گیا کہ ماریہ کا رویہ اتنا بدل کیوں گیا ہے۔ نرم لہجے میں اس نے کہا، "چچی جان، رہنے دو، میں خود ڈال لیتا ہوں۔" اس لمحے زاویان کے دل میں ماریہ کی دوری نے ایک گہرا درد چھوڑ دیا، اور وہ خاموشی سے اپنے کھانے میں مصروف ہو گیا۔

زاویان کو ماریہ کا بدلا ہوا رویہ دیکھ کر حیرت اور درد دونوں محسوس ہوئے۔ وہ اجنبیوں کی طرح بات کر رہی تھی، جس نے زاویان کو اندر سے توڑ دیا۔ کھانا کھانے کے بعد ماریہ سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی، اور چند لمحوں بعد زاویان چائے کا کپ ہاتھ میں لیے اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔ مسکراتے ہوئے وہ بولا، "یہ لو، مس ماریہ! آپ کی خدمت میں چائے حاضر ہے، نوش فرمائیے۔" مگر ماریہ نے

ایک بار پھر اکھڑے لہجے میں کہا، "رکھ دو یہاں، میرا موڈ نہیں ہے ابھی پینے کا۔" زاویان خود کو روک نہ سکا، غصے اور بے چینی کے ملے جلے جذبات میں بولا، "آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں؟ ایسا رویہ کیوں کر رہی ہو میرے ساتھ؟ جیسے تم مجھے جانتی ہی نہیں ہو۔" اتنے میں ماریہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے،

"اوہ، سوری، سوری! میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا، پلیز چپ کر جاؤ، میری پیاری دوست۔ میں بس پوچھ رہا تھا کہ میری دوست کو کیا ہو گیا ہے۔ لیکن وہ سوال ابھی اس کے ذہن میں دوڑ رہا تھا" زاویان کی نگاہیں اس پر مرکوز تھیں، اس کے دل میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ "کیوں ماریہ، ایسا بھی کیا ہو گیا ہے کہ تم اتنی بدل گئی ہو؟" اس نے سوال کیا، مگر ماریہ نے صرف سر جھکائے خاموشی اختیار کی۔ وہ خاموشی، جو بولتی تھی، زاویان کے دل کو بے چین کر گئی۔ وہ جاننا چاہتا تھا، مگر ماریہ کی خاموشی اس کے سوالوں کا سب سے گہرا جواب تھی—ایک درد، ایک کہانی جو زبان سے چھپائی گئی تھی۔

دن گزرتے گئے، مگر ماریہ اپنی خاموشی اور تنہائی کے اس گہرے گڑھے میں گراہ بسا رہی تھی۔ وہ آج بھی اسی موڑ پر کھڑی تھی جہاں سے سب کچھ بدل گیا تھا، جہاں وہ خود کو کھو چکی تھی۔ دل میں اٹھنے والے سوالوں کا سمندر اس کے ذہن کو گھیرے ہوئے تھا: "آخر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا؟" دن ہو یا رات، یہ سوال اس کے دل و دماغ پر بار بار دھاوا بولتے، اس کی سوچوں کو بے قرار اور اس کی روح کو بے چین کر دیتے۔ شام کا وقت تھا، سب لوگ پارک کی طرف روانہ ہو رہے تھے، ہنسی خوشی، گفتگو اور چہل پہل سے بھرپور۔ مگر ماریہ نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ زاویان نے پیار سے کہا، "چلو ماریہ، تم کیا ہمیشہ کمرے میں پڑی رہو گی؟" مگر اس کا جواب تھا، "نہیں، میرے سر میں درد ہے، تم لوگ جا کر انجوائے کرو۔" چچی جان، جو سب کچھ دیکھ رہی تھیں، دل ہی دل میں سوچ رہی تھیں کہ یہ پیاری سی لڑکی کہاں کھو گئی ہے۔ "تم بھی آ جاؤ، ہم گاڑی میں بیٹھ رہے ہیں، تمھاری یہ ضد کب تک چلے گی؟" زاویان نے دوبارہ کہا، مگر ماریہ کی نفرت بھرے لہجے میں، "مجھے نہیں جانا، مجھے زور سے نفرت ہے" "ہمم اوکے" وہ اتنا کہہ کر چلا گیا۔

کمرے کی لائٹیں بند تھیں اور اس کے ہاتھوں میں موبائل فون تھا، جس کی سکرین پر پرانی تصویریں اور میسجز سامنے آ رہے تھے۔ ہر تصویر ایک کہانی سناتی تھی، ہر میسج میں چھپی ہوئی یادیں اس کے دل کو پھر سے جھنجوڑ رہی تھیں۔ جیسے ہی وہ ایک تصویر سے دوسری تصویر پر آئی، اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور آنکھوں کے سامنے سب کچھ تیزی سے گھومنے لگا۔ ماضی کے وہ خوشگوار لمحات، جو کبھی اس کے لیے سکون کا باعث تھے، آج اسی سکون کو آنکھوں کے سامنے بکھیر رہے تھے۔ یادوں کی وہ گونج اس کے دل کو چیر رہی تھی، اور ایک ایک لمحہ اُس کے لیے ایک نئی اذیت بن کر اُبھرا۔ وہ اپنی رقت بھرے جذبات پر قابو نہ پا سکی اور بے اختیار بلک بلک کر رونے لگی۔ اس کے آنسو جیسے نہ ختم ہونے والی نہر بن گئے، جن کا شور پورے کمرے میں گونج رہا تھا۔ وہ رونا اس کی خاموش چیخ تھی، درد کی وہ صدا تھی جو دل کی گہرائیوں سے نکل رہی تھی۔ ہر آنسو اُس کے دل کی ٹوٹ پھوٹ کی عکاسی کر رہا تھا، اور اُس کے لیے درد کو سنبھالنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اُس کے اندر کی پوری دنیا بکھر رہی تھی، اور وہ اپنے غم کی تنہائی میں ڈوب چکی

تھی۔اس کی اداسی کا سایہ اتنا گہرا تھا کہ شاید ہی کوئی اسے سمجھ پاتا، لیکن وہ اپنے دل کے زخموں کے ساتھ خاموشی سے لڑ رہی تھی، خود کو سنبھالنے کی ہر کوشش کے باوجود وہ ایک بار پھر اپنے دکھوں میں کھو گئی تھی۔

عین اسی لمحے، جب ماریہ اپنے درد کے بوجھ تلے دب کر خود کو ختم کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی، زاویان اچانک وہاں پہنچ گیا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ اور خوف کا ملا جلا تاثر تھا۔وہ فوراً ماریہ کے قریب آیا اور اسے زور سے تھپڑ مارا، جیسے اس کے ہونٹوں پر رکی ہوئی چیخ کو باہر نکالنے کی کوشش کر رہا ہو۔"پاگل ہو گئی ہو ماریہ ؟!"اس کی آواز میں وہ شدت اور فکر دونوں شامل تھیں۔"اگر تمہیں ابھی کچھ ہو جاتا تو میں کیا کرتا؟"ماریہ اس کے الفاظ سن کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی،اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا،"روز روز مرنے سے بہتر ہے ایک بار ہی مر جاؤں..."زاویان نے اس کے جذبات کو سمجھتے ہوئے اسے دھیما کرتے ہوئے روکا،"چپ ہو جاؤ! یہ پانی پیو،پاگل لڑکی ایسے کون کرتا ہے؟"پھر وہ تھوڑی دیر اس کے ساتھ بیٹھا، نرمی سے اسے سنبھالتا رہا، جیسے کہ وہ اس کے دل کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو جوڑنے کی کوشش کر رہا ہو۔"چلو، اب آرام کرو۔ صبح پھر بات کریں گے۔"

دوپہر کی سستی اُتارنے کے بعد اُس نے آنکھیں مسلتے ہوئے خود کو کسی حد تک ٹھیک محسوس کیا، مگر سر کا درد جیسے اُس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔وہ بمشکل کچن تک پہنچی اور چائے بنانے لگی، کہ اتنے میں زاویان کہیں سے اُڑتا ہوا آدھمکا۔ارے سر درد کم تھا جو اب زاویان بھی سر پہ آ گیا!"

دروازے پر ٹیک لگا کر اُس نے ایسی شکل بنائی جیسے بہت بڑا آفیسر ہو، دروازے پر ٹیک لگا کر اُس نے ایسی شکل بنائی جیسے بہت بڑا آفیسر ہو اور بولا،"اوئے!ماسی سکینہ!میرے لیے بھی ایک کپ چائے بنا دے۔"

اُس نے کٹیلے لہجے میں جواب دیا،"ہاتھ ٹوٹ گئے ہیں تیرے؟خود بنا لے جا کے!"

"ماسی سکینہ!پانچ روپے ٹپ الگ سے دے دوں گا، اتنا نخرہ نہ کر۔"

"ٹپ تیرے سر پر مار دوں گی، چل نکل!"اس نے چمچ لہراتے ہوئے کہا،

"اچھا اچھا، چائے بنا، ورنہ مالک کو شکایت لگا دوں گا کہ ماسی سکینہ ہڑتال پر ہے!"زاویان نے ماریہ کو اور چڑایا۔۔۔۔

ماریہ نے زور سے چائے کا ڈبہ میز رکھتے ہوئے کہنے لگی"بس کر!ورنہ چائے کی جگہ چمچ چبا کر بھیج دوں گی تیرے ساتھ!"

"ہاہا!بنا بنا، بڑا احسان ہو گا قوم پر!"یہ کہہ کر وہ اُسے جلانے والے انداز میں تالی بجاتا ہوا کچن سے ایسے غائب ہوا جیسے اُس کا کام ختم۔ وہ چائے کی کیتلی کو گھور کر رہ گئی، دل چاہا اُسی کیتلی سے زاویان کا سر سیدھا کرے، مگر پھر بے اختیار ہنسی اُس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

شام ڈھلتے ہی جب اُس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو زاویان نے آہستگی سے وہ سوال کر ہی دیا جس کا جواب اُسے سب سے زیادہ ڈرا رہا تھا، "ماریہ، آخر کیا ہو گیا تھا ایسا جو تم اپنی ہی جان لینے پر آمادہ ہو گئی تھیں؟"ماریہ نے ایک گہری سانس لی، جیسے لفظ اُس کے گلے میں اُلجھ

کر رہ گئے ہوں۔ پھر وہ دھیرے دھیرے اپنا سارا درد، ساری کہانی، وہ سب کچھ جو اُس نے دل کی کسی تاریک کوٹھری میں چھپا رکھا تھا، زاویان کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔

زاویان بنا کوئی لفظ کہے سنتا رہا... اور اُسے خود سمجھ نہیں آیا کہ اُس کی روح پر زیادہ ضرب کس بات نے لگائی تھی......

ماریہ کا کسی اور کو دل دینا یا اُس کا یوں اندر ہی اندر ٹوٹ کر بکھر جانا۔ وہ خاموش رہا، بس خاموش، مگر اُس کی خاموشی میں کہیں کچھ ایسا چُور چُور ہو چکا تھا جسے اب کوئی لفظ جوڑ نہیں سکتا تھا۔

زاویان اُسے بچپن سے ہی دل کی کسی گوشے میں بسائے ہوئے تھا، اور اس بار تو وہ لندن سے لوٹا ہی اسی لیے تھا کہ ماریہ کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنا سکے۔ مگر قسمت نے جیسے اُس کے خوابوں کو اظہار سے پہلے ہی چکنا چور کر دیا تھا۔ پھر بھی، جب اُس نے ماریہ کی ٹوٹ پھوٹ دیکھی تو اُسے لگا کہ اُس کے اپنے دکھ کی کوئی وقعت ہی نہیں، ماریہ کا درد اُس کے درد سے کہیں بڑا تھا۔ اُس رات کے بعد زاویان نے دل ہی دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ اب وہ اُسے دوبارہ وہی پرانی ماریہ بنا کر دم لے گا—وہی ہنستی مسکراتی، سب کی جان، سب کی رونق۔ چاہے اُسے اپنے سارے جذبے، ساری خواہشیں چُپ چاپ دل میں دفن ہی کیوں نہ کرنی پڑیں، وہ ماریہ کو دوبارہ زندگی کی روشنی لوٹا کر رہے گا۔

زاویان اُس کی ٹوٹی ہوئی دنیا کا سہارا بن گیا—اُس نے اپنی ہر سانس، ہر لمحہ ماریہ کے زخم بھرنے میں لگا دیا۔ دن رات کی محنت، پیار اور صبر کی روشنی میں آخر کار وہ گھڑی بھی آئی جب ماریہ کے اندر کہیں دبی ہوئی زندگی کی رمق دوبارہ جاگنے لگی۔ اُس کے چہرے پر وہ ہلکی سی مسکراہٹ، جو کبھی کہیں کھو گئی تھی، اب آہستہ آہستہ واپس آنے لگی۔ زاویان نے اُسے سنبھالا، اُس کی خاموشی کو آواز دی، اُس کے درد کو بانٹ کر ہلکا کیا—اور یوں وقت نے گواہی دی کہ جب کوئی سچا ساتھ ہو، تو بکھری ہوئی روحیں بھی پھر سے سانس لینا سیکھ جاتی ہیں۔ ☆☆☆☆

دوسری طرف طحہٰ تھا—اپنی ہی اذیت میں گھرا، رات دن یہی سوچتا کہ آخر اُس سے ایسی کیا خطا ہوئی تھی جو ماریہ نے اُس سے یوں بے رحمی سے رشتہ توڑ دیا۔ اُسے آج تک یاد تھا کہ اُن کے بیچ کوئی ایسی لڑائی، کوئی ایسا لفظ بھی نہیں بولا گیا تھا جو جدائی کی وجہ بنتا۔ پھر کیا تھا جو سب کچھ ختم ہو گیا؟ طحہٰ کے دل میں بے چینی تھی جو دن بہ دن پاگل پن میں بدلتی جا رہی تھی۔ اُس نے کتنی بار ماریہ کو میسج کیا، معافیاں مانگیں، وضاحت مانگی، منتیں کیں کہ ایک بار، بس ایک بار اسے ان بلاک کر کے سن لے، کچھ کہہ دے، کوئی وجہ بتا دے—مگر ماریہ جو اپنی تکلیفوں میں گم تھی، وہ کیسے اس کی سنتی۔۔۔۔

طحہٰ کو اپنی محبت پر بھی شک ہونے لگا—کیا اُسے کوئی اور مل گیا تھا؟ کیا وہ کسی اور کے لیے اُسے چھوڑ گئی؟ اس کا دل اس خیال پر کانپ جاتا مگر دماغ چین سے بیٹھنے نہ دیتا۔۔۔۔

پھر ایک دن جیسے اُس کے بدترین خدشے کو حقیقت مل گئی۔ اُس نے ماریہ کو کسی اجنبی لڑکے (زاویان) کے ساتھ دیکھا—وہ جو ابھی ہی اپنی تکالیف سے نکل رہی تھی، طحہٰ کو یوں نظر آیا وہ ہنس رہی تھی، وہ باتیں کر رہی تھی، بالکل بے فکر، جیسے اُس نے کبھی اسے چاہا ہی نہ ہو۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُس لمحے اُس کے ساتھ فیضان بھی تھا—جو پہلے ہی موقع ڈھونڈ رہا تھا طحہٰ کے زخموں کو مزید گہرا کرنے کا۔ اُس نے جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے کہا، "دیکھ لیا طحہٰ؟ ماریہ نے تمہیں دھوکہ دیا... وہ تمہارے ساتھ صرف وقت گزاری کر رہی تھی۔ وہ بھی دوسری لڑکیوں جیسی نکلی—دولت پر مرنے والی! تم سمجھے تھے وہ تمہارے لیے سیریس ہے۔۔۔۔۔ہا! تم ہی تھے جو اُس کے پیچھے مرے جا رہے تھے، اور وہ؟ وہ تو بس کھیل رہی تھی تمہارے جذبات سے۔۔۔۔"

فیضان کے لفظ طحہٰ کے دل کو چیرتے چلے گئے—اُس کی رگوں میں غصہ اُبلنے لگا، مگر طحہٰ یہ سب کو ماننے کو تیار نا تھا شاید فیضان غلط ہو، شاید جو اُس نے دیکھا وہ غلط ہو۔۔۔۔۔

نظریں جھکی ہوئی تھیں... اور قدم ایسے لرزتے ہوئے چل رہے تھے جیسے کسی نے اُس کی ہڈیوں سے حوصلہ نچوڑ لیا ہو۔ اُسے یاد نہیں تھا کہ وہ راستہ کیسے طے کر کے اپنے کمرے تک پہنچا، بس اتنا یاد رہا کہ اُس رات اُس نے پہلی بار خود کو اتنا کمزور محسوس کیا کہ تکیے میں منہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا—ایسا رویا کہ جیسے دل کی رگوں سے لفظ نہیں، خون رِسنے لگا ہو۔ اُس کی سسکیاں اُس کمرے کی چار دیواری میں گونجتی رہیں، گواہی دیتی رہیں کہ کوئی اندر سے ٹوٹ کر بکھر گیا ہے۔ طحہٰ کی وہ آنکھیں، جو کبھی ماریہ کی جھلکی پر بھی روشن ہو اٹھتی تھیں، اب اُن میں شکوے کا اندھیرا اُتر آیا تھا۔ اُس کا دل جسے ماریہ کے نام پر کوئی شک نہ تھا، اب شکوک کے بوجھ تلے دبنے لگا تھا۔ وہ بدگمان ہو چکا تھا—ایک ایسی بدگمانی جو اُسے اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔ اور پھر ماحول میں بھی جیسے کوئی زہر گھلنے لگا—ہر راہ سے کچھ سرگوشیاں، کچھ اشارے، کچھ ادھورے لفظ اُس کے کانوں تک آنے لگے، جو اُس کی زخمی روح پر نمک چھڑکتے گئے۔ طحہٰ کے دل میں جو عشق کبھی عبادت جیسا پاکیزہ تھا، اب اُس میں شکوے اور سوال اُگنے لگے تھے—اور ان سوالوں کا جواب شاید اب ماریہ کے پاس بھی نہ تھا۔

طحہٰ اب وہ طحہٰ نہیں رہا تھا جو کبھی ماریہ کے نام پر اپنی ہر ضد، ہر انا قربان کر دیتا تھا۔ اب وہ پھر سے وہی پرانا انا پرست طحہٰ بن چکا تھا—شاید اُس سے بھی زیادہ سخت، اُس سے بھی زیادہ پتھر دل۔ دل کی زمین جہاں کبھی محبت کی نرم گھاس اُگی تھی، اب وہاں آوارگی کے کانٹے اُگ آئے تھے۔ اُس نے خود کو پھر اُسی دنیا میں دھکیل دیا جہاں راتوں کی محفلیں، بے مقصد ہنسی، اور وقتی سہارے اُس کی تنہائی کو ڈھانپتے تھے۔ اب اُسے کسی رشتے کی چاہت نہ رہی، کسی نام کی پروا نہ رہی—اُس کی آنکھوں میں وہ خواب بھی مر چکے تھے جو کبھی ماریہ کے نام سے جڑ کر جیا کرتے تھے۔ اب وہ ہنستا تھا، مگر اُس ہنسی میں کاٹ تھی۔ وہ محفلوں میں تھا، مگر اُس کی تنہائی اور گہری ہو چکی تھی۔ وہ بات کرتا تھا، ہنسی مذاق اڑاتا تھا، مگر دل کا دروازہ ایسا بند کر چکا تھا جس کی چابی شاید اب کسی کے پاس نہیں تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گھر والوں نے جب زاویان اور ماریہ کو ایک ساتھ دیکھتے، ہنستے، باتیں کرتے پایا تو سب کو یہی لگا کہ شاید تقدیر نے ان دونوں کے دلوں میں خاموشی سے ایک دوسرے کا نام لکھ دیا ہے۔ زاویان کی بے لوث پروا، ماریہ کی دھیمی سی مسکراہٹ—سب کچھ جیسے ایک خاموش اقرار تھا۔ پھر ایک دن باتوں باتوں میں، جب سب خاندان والے اکٹھے بیٹھے تھے، کسی نے ہنستے ہوئے بات نکالی اور پھر وہی ہنسی آہستہ آہستہ سنجیدگی میں بدل گئی۔ آخر کار سب نے زاویان کو بلا کر ماریہ کا رشتہ مانگ لیا—ایک ایسا رشتہ جس کی خواہش شاید زاویان کے دل کی سب سے گہری دعا تھی، مگر لفظوں میں کبھی ڈھل نہ سکی تھی۔ اُس لمحے سب کی نظریں ماریہ پر جم گئیں—جس کے چہرے پر اتنے راز چھپے تھے کہ کوئی پڑھ نہ سکا۔ کمرے کی فضا میں ایک خاموشی گونج رہی تھی، دل کی زمین لرز رہی تھی—جیسے ہر دھڑکن میں کوئی سوال چھپا ہو۔ زاویان کی آنکھوں میں برسوں کی تھکی امید جگمگا رہی تھی، مگر ماریہ کا دل تھا کہ اُسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اتنے زخموں کے بعد کسی نئے تعلق کو ہاں کہے۔ وہ خاموش تھی، پلکیں جھکی ہوئی تھیں، لب بند تھے—اور سب کی نظریں اُسی ایک جواب کی منتظر تھیں جو نہ صرف اُس لمحے کی کہانی بدلنے والا تھا بلکہ اُن سب کے نصیب کی سمت بھی۔

اختتامِ قسط

قسط نمبر 6

سب کی نظریں جیسے اُس پر ہی جم گئیں تھیں، ایک پل کو لگا کہ جیسے کمرے کی ساری ہوا رک گئی ہو، سب کی سانسیں تھم گئی ہوں۔ ماریہ کٹہرے میں کھڑی، نظریں جھکائے، اپنی ہی الجھی سوچوں میں گم تھی۔ کتنے ہی خواب، کتنی ہی دعائیں، کتنی ہی امیدیں اُس کی پلکوں کے نیچے آنکھوں میں لرز رہی تھیں۔ مگر پھر اُس نے گہری سانس لے کر اپنے دل کو کسی انجانی مضبوطی

سے تھام لیا۔ اُس کی لرزتی آواز نے پورے کمرے میں جیسے زلزلہ برپا کر دیا جب اُس نے صاف الفاظ میں اُس رشتے سے انکار کر دیا جس کا سب کو شدت سے انتظار تھا۔ اُس کی زبان سے نکلے الفاظ نے زاویان کا سینہ چھلنی کر دیا، مگر وہ خاموش رہا۔ ماریہ اپنے فیصلے کی بھاری قیمت آنکھوں میں چھپا کر کمرے سے نکل گئی۔ سب نے اُس کی لاڈلی ہونے کا لحاظ رکھا، کسی نے کچھ نہ کہا، بس زاویان نے ایک نظر اُس کی خالی پشت کو دیکھا اور پھر اپنی آنکھوں کی نمی اندر کہیں دبا لی۔ اُس کا دل جیسے کانچ کی طرح بکھر گیا تھا، برسوں کا پیار، بچپن کی دوستی، سب اُس انکار میں کہیں پیچھے رہ گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ اُس پیارے رشتے کو کھونا نہیں چاہتا تھا، اُسے ماریہ کی موجودگی اپنی زندگی میں اسی طرح چاہیئے تھی جیسے ہمیشہ رہی تھی—خاموش، قریب، مضبوط۔ اِسی لیے اُس نے خود کو ٹوٹ کر بھی جوڑ لیا اور فیصلہ کیا کہ وہ ماریہ سے دوری کبھی نہیں بڑھنے دے گا، چاہے وہ اندر ہی اندر کتنا بھی ٹوٹتا رہے۔ زاویان کے لیے اُس کی دوست، اُس کی رازدار، اُس کی ماریہ ہی سب کچھ تھی—اور شاید ہمیشہ رہے گی۔۔۔۔۔

رمضان المبارک ختم ہونے میں اب محض چند دن باقی تھے، بازاروں میں خریداروں کا ہجوم، روشنیوں کی چمک دمک اور دکانوں پر لگی سیل نے سب کو اپنے سحر میں جکڑ رکھا تھا۔ ایسے میں ماریہ کہاں پیچھے رہتی، اُس کی شرارتیں تو ویسے ہی ہر موقع پر رنگ جماتی تھیں۔ اُس نے زاویان کو سامنے دیکھتے ہی ہنس کر آواز لگائی، "اوئے رامو لال! ہمیں شاپنگ کے لیے تو ذرا لے چل، ماسی سکینہ خود چلی جاؤ۔" زاویان نے تیوری چڑھائی مگر وہ اُس کی بے بسی سے خوب واقف تھی۔ اُس نے دوبارہ طنزاً کہا، "تجھے ہم نے کس لیے رکھا ہے؟ رامو لال گاڑی نکالو، تب تک میں اپنا بیگ لے کر آتی ہوں۔" زاویان نے بھی اُس کی شوخی کا بدلہ لینے میں دیر نہ کی، فوراً ماسی سکینہ کی طرف دیکھ کر بولا، "ماسی سکینہ! منہ پر تھوڑی کریم بھی لگا آنا ورنہ لوگ سمجھیں گے کون سی بھیکارن آگئی ہے شاپنگ مال میں۔" ماریہ نے پہلے تو حیرت سے زاویان کو دیکھا، پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا جس کی کھنک پورے صحن میں گونج گئی۔ وہ شرارت سے زاویان کی طرف انگلی لہراتے ہوئے بولی، "پاگل کہی کا!" اور قہقہہ لگاتی باہر کی طرف چل دی۔ زاویان نے بھی ہنستے ہوئے گاڑی کی چابی گھمائی۔۔۔۔۔

وہ دونوں جب برینڈز ویلیج سیالکوٹ پہنچے تو بازار کی چمک دمک اور لوگوں کی رونق ان کی شوخیوں سے کہیں کم محسوس ہو رہی تھی۔ زاویان نے جیسے ہی مال کی سیڑھیاں چڑھیں، فوراً ماریہ کی طرف طنزاً دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا، "ماسی سکینہ! میرے سے تھوڑا دور رہنا ورنہ سب سمجھے گئے یہ بھی اس بھیکارن کے ساتھ آیا ہے۔" ماریہ نے غصے سے گھورا مگر زاویان تو پہلے ہی ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا، جیسے یہی اس کا مقصد ہو۔ اندر جاتے ہی ماریہ کا سارا دھیان رنگ برنگے سوٹس پر تھا، شیشے کے شوکیس میں سجے کپڑے جیسے اسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ وہ ایک سے بڑھ کر ایک سوٹ نکال نکال کر دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں

زاویان پیچھے سے دبے قدموں آیا اور پھر حسبِ عادت چنگاری ڈال دی، ”ماسی سکینہ! تمہاری اوقات نہیں ہے یہ سب خریدنے کی، کوئی سستا سا سوٹ دیکھ لو، مال کے باہر فٹ پاتھ پہ لگے اسٹال تمہارے لیے کافی ہیں۔“ ماریہ نے بے اختیار پیچھے مڑ کر تیز لہجے میں کہا، ”زاویان! یہ گھر نہیں ہے، تم کہیں بھی شروع ہو جاتے ہو، منہ بند رکھو اور بتاؤ یہ ڈریس کیسا رہے گا

زاویان نے ایک بار پھر اپنی شوخی دکھاتے ہوئے ماریہ کو چھیڑا، اُس کی طرف طنزیہ مسکراہٹ اچھالتے ہوئے بولا، "ماسی سکینہ! کچھ بھی پہن لو، لگنا تو تم نے بھیکارن ہی ہے۔" اُس کے لفظوں کی چبھن ماریہ کے دل تک اتری، مگر اُس کے چہرے پر صرف خاموشی پھیلی رہی۔ زاویان جانتا تھا کہ اب ایک لمحہ بھی مزید وہاں رکنا اُس کے لیے خطرے سے خالی نہیں، اس لیے وہ تیزی سے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اُس کے قدموں کی چاپ دور جاتی رہی اور ماریہ وہیں کھڑی رہ گئی—لبوں پر ہلکی کپکپاہٹ، دل میں غصے اور بے بسی کی ٹھیری ہوئی لہر لیے۔

جیسے تیسے کر کے بالآخر شاپنگ کی تھکن سے نڈھال وہ شام ڈھلتے ہی گھر لوٹ آئے۔ دروازہ پار کرتے ہی ماریہ نے کسی سے ایک لفظ کہے بغیر سیدھا اپنے کمرے کی راہ لی، شاپنگ بیگز ایک طرف ڈالے اور بستر پر گر کر لمحوں میں نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔
صبح جب اس نے اپنی آدھی بند آنکھوں کو بمشکل کھول کر ناشتے کی ٹیبل تک کا سفر طے کیا تو زاویان اور مما کی گفتگو زوروں پر تھی۔ زاویان اپنے مخصوص انداز میں انگریزی جتا رہا تھا، "چچی جان، میں کہہ رہا تھا ہو نو آئی ایم بریلینٹ۔۔۔" اس کی بات پوری بھی نہ ہونے پائی کہ پیچھے سے ماریہ کا شوخ قہقہہ کمرے میں گونجا، "بریلینٹ نہیں برائلر ہے تو، مرغی کا بچہ!" زاویان نے فوراً ہی مصنوعی غصے میں ناک چڑھائی، "آوے میں برائلر نہیں ہوں، لندن ریٹرن ہوں!" ماریہ ہنسی سے دوہری ہوتی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی اور بولی، "ہاں ہاں، لندن سے سیدھا پنڈی بس اڈے پر اتر گیا تھا نا؟" اس کی اس بات پر زاویان کی بناوٹی ناراضی اور مما کی دبی دبی ہنسی نے ناشتے کی میز پر چھائے سکوت کو خوشگوار قہقہوں میں بدل دیا، اور یوں ان کے دن کا آغاز بھی شرارت اور مسکراہٹوں سے بھر گیا۔

عشاء کی نماز کے بعد جب چاند رات کا اعلان ہوا تو پورا محلہ نعتوں کی گونج سے گواہ بن گیا کہ رمضان اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے۔ ماریہ بھی خوشی خوشی زور و شور سے عید کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ کمرے میں سکن کیئر کا پورا سامان پھیلائے اس نے منہ پر فیڈ ماسک لگا لیا تھا تاکہ عید پر چہرہ دمکتا رہے۔ ابھی وہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ ہی رہی تھی کہ زاویان اچانک بنا دستک دیے کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ دھڑ سے کھول کر ایسی آواز لگائی جیسے کوئی ایمرجنسی ہو، ”ارے ماسی سکینہ! چور آ گیا، چور آ گیا!“ ماریہ نے ناگواری سے اسے گھورا اور ناک سکوڑ کر نخوت سے کہا، ”چپ کرو زاویان! یہ چور نہیں، "فیس ماسک ہے"۔“

زاویان نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا اور تالی بجاتے ہوئے بولا، ''ہاں! لگ تو یہ زومبی ماسک رہا ہے"، " جسے دیکھ کر تو کوئی بھی چور چوری چھوڑ کر بھاگ جائے!'' ماریہ کو اس کی بات اتنی بری لگی کہ اس نے جھٹ سے اپنی انگلی پر کریم نکالی اور زور سے زاویان کے منہ پر مل دی، ''لو! اب دونوں زومبی، خوش!۔'' دونوں ایک دوسرے کو آئینے میں دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑے۔ دو زومبی اب ایک ہی کمرے میں کھڑے تھے اور ان کی ہنسی کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر گونجتی رہی، جیسے رمضان کی رخصتی کے بعد یہ چاند رات ان دونوں کی شرارتوں کا بھی جشن منا رہی ہو۔

ہاں، وہ اس درد کی کالی راتوں سے نکل تو آئی تھی، مگر کہیں اندر وہ درد اب بھی راکھ کی طرح سلگ رہا تھا جو کسی بھی لمحے چنگاری بن کر آنکھوں میں آنسو لے آتا۔ اس رات بھی جب سب سو چکے تھے، وہ دبے قدموں اپنے کمرے کے کونے میں بیٹھ گئی، موبائل فون ہاتھ میں لیا اور تھرتھراتی انگلیوں سے طحہٰ کی آئی ڈی اوپن کی۔ پروفائل پکچر پر نظر پڑتے ہی اس کے دل میں جیسے کسی نے پرانی چوٹ کو پھر سے تازہ کر دیا۔ آنکھوں سے آنسو بے آواز گرنے لگے، ہونٹ کپکپائے اور وہ خود سے بولی، ''طحہٰ! کیوں کیا تم نے ایسا؟ کاش تم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج یہ خوشیوں بھری چاند رات میں، میں بھی سب کے بیچ خوش ہوتی، تمہارے ساتھ ہنستی، ان لمحوں کو بانٹتی۔'' وہ اپنی ہی آہوں میں گم ہو کر اور زور سے رونے لگی۔ رات کے پچھلے پہر جب درد برداشت سے باہر ہو گیا تو اس نے وضو کیا، جائے نماز بچھائی اور تہجد کی نماز ادا کی۔ سجدے میں سر رکھتے ہی جیسے اس کی ساری ٹوٹی ہوئی امیدیں آنسوؤں کی شکل میں بہہ نکلیں۔ ہاتھ دعا کے لیے اٹھے تو لبوں سے بس یہی نکلا، ''یا اللہ! مجھے صبر عطا کر، میرے دل کو سکون دے، مجھے اس درد کی اندھیروں سے نکال کر اپنی روشنی میں لے آ۔'' وہ گڑگڑا کر روئی، جیسے ہر قطرہ اشک اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہو، مگر کہیں نہ کہیں وہ جانتی تھی کہ کچھ زخم ایسے ہوتے ہیں جو بس وقت کے مرہم سے ہی مندمل ہوتے ہیں، دعا اور آنسو بس ان زخموں کو ڈھانپنے کی ہمت دیتے ہیں۔۔۔☆۔☆۔☆۔☆

دوسری طرف فیضان نے اپنی چالاکیوں اور زہریلی باتوں سے طحہٰ کے دل میں اس قدر نفرت گھول دی تھی کہ اب طحہٰ کے لیے ماریہ کا نام لینا بھی گناہ عظیم بن چکا تھا۔ وہ بار بار خود کو یہی کہہ کر سمجھاتا، ''بس وہ میری ایک غلطی تھی، ایک بھول تھی، جسے اب میں کبھی دہرانا نہیں چاہتا۔'' اس نے اپنے دل پر ایسا پتھر رکھا کہ خود کو بھی حیرت ہونے لگی۔ اس کے بعد وہ اس درد کو دبا کر اپنی آوارگیوں میں، بے مقصد دوستیوں اور رات رات بھر کی محفلوں میں خود کو دفن کرنے لگا، جیسے اندر کا خلا ان شور کرتی محفلوں سے بھر جائے گا۔۔۔۔۔

عید کی صبح جب پورے گھر میں خوشیاں بانٹی جا رہی تھیں، قہقہے گونج رہے تھے، تب بھی طحہٰ اپنے کمرے میں سویا پڑا تھا، بے نیاز، بے حس، جیسے خوشیوں سے اس کا اب کوئی تعلق ہی نہ رہا ہو۔ یسن آیا، دروازہ کھٹکھٹایا، اُس کے بالوں میں ہاتھ مار کر اُسے جھنجھوڑا اور زبردستی اُسے نماز پڑھنے کے لیے گھسیٹ کر لے گیا۔ طحہٰ نے بادل نخواستہ سفید سوٹ پہنا، جو اُسے پہلے کی طرح ایک خوبصورت، سنجیدہ نوجوان کی صورت دیتا تھا، مگر اندر کی کڑواہٹ نے اس کی آنکھوں کی چمک چھین لی تھی۔ نماز ادا کی، سب کو عید کی مبارک باد دی مگر اس مبارکباد میں کوئی خوشی نہیں تھی۔ پھر یسن کے ساتھ دوستوں کی ٹولی میں نکل گیا، ہنسی مذاق کیا مگر ہر قہقہے کے پیچھے اُس کا سچ چھپا ہوا تھا — کہ دل کی ویرانی کو نہ عید کی چمک چھپا سکتی تھی نہ سفید سوٹ کی شان، اور نہ ہی دوستوں کی بے معنی محفل۔۔۔۔۔۔

ماریہ نے اس بار بھی حسبِ روایت سب کی نظریں اپنی جانب موڑلی تھیں۔ پرپل رنگ کے خوبصورت سوٹ میں وہ واقعی قیامت ڈھا رہی تھی، مگر اس کی ہتھیلیاں خالی تھیں، جیسے مہندی نہ لگا کر اس نے خود ہی سب کو بتا دیا تھا کہ اس کے لیے یہ عید محض رسم ہے، خوشیوں کا میلہ ہے مگر اُس کے دل کی گلیوں میں سناٹا اب بھی آباد ہے۔ اس خاموش سچ کو چھپاتے ہوئے وہ چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجا کر نیچے آئی تو زاویان عید کی نماز پڑھ کر آ چکا تھا، نیوی بلو کلر کے سوٹ میں وہ بھی کم کسی ہیرو سے نہ لگ رہا تھا۔ ماریہ کو دیکھ کر اس نے آنکھوں میں شرارت بھر کر آواز لگائی، "اسلام علیکم! عید مبارک ماسی سکینہ! آج تو بڑی پیاری لگ رہی ہو، لگتا ہے قتل کرنے کا ارادہ ہے کیا؟" ماریہ نے اس کی بات کو جیسے سنا ہی نہ ہو، ناک سکوڑ کر اُسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولی، "لیکن تم آج بھی رامولال ہی لگ رہے ہو، چلو نکالو میری عیدی!" اُس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اُسے مزید تنگ کیا۔ زاویان نے شرارت سے ابرو اچکائے اور ہاتھ جھٹک کر بولا، "معاف کرو بی بی! جمعرات کو آنا، عید کے دن تو ماسی سکینہ تمہیں خیال کر لینا چاہیے، یہ بھی کوئی وقت ہے عیدی مانگنے کا؟" ماریہ نے فوراً منہ پھولایا، آنکھوں میں غصے اور مصنوعی ناراضگی کی ملاوٹ لیے گھوم کر وہاں سے جانے لگی۔ زاویان نے پیچھے سے ہنستے ہوئے اُسے آواز دی، "ارے ارے! ماسی سکینہ! عیدی تو لیتی جاؤ!" اور ساتھ ہی اُس کا قہقہہ پورے کمرے میں گونج گیا، جیسے اس کی بے ساختہ شوخی اس عید کی صبح کو مزید رنگین بنا رہی ہو، چاہے ماریہ کے ہاتھ خالی ہی کیوں نہ ہوں۔

فوٹوشوٹ کی تھکن ابھی اتری بھی نہ تھی کہ سب لوگ کھانے کی میز پر آ بیٹھے، ٹیبل رنگ برنگے کھانوں سے سجا ہوا تھا، قہقہے، چمچوں کی کھنک اور خوشبوئیں ایک خوبصورت سا منظر بکھیر رہی تھیں۔ کھانا ختم ہوتے ہی جیسے سب نے ایک ساتھ ہی سانس لیا اور پارک جانے کا فیصلہ کیا۔ تیار ہو کر وہ گاڑی میں بیٹھے اور تھوڑی ہی دیر میں جناح پارک کی چمکتی روشنیوں میں جا پہنچے۔ عید کی

وجہ سے پارک لوگوں سے بھرا پڑا تھا، بمشکل پارکنگ ڈھونڈی گئی، سب اندر داخل ہوئے تو ہر طرف جگمگاتی لائٹس اور بچوں کی خوشیوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ ماریہ کو کچھ کھانے کی طلب ہوئی تو وہ سٹال کی طرف بڑھ گئی، زاویان نے بھی اس کے قدموں کی پیروی کی جیسے اسے نظر سے اوجھل کرنا گوارا نہ ہو۔

ادھر پارک کی دوسری طرف طحہٰ اور اس کے دوست فیضان اور یسین بیٹھے تھے کہ اچانک فیضان کی نظر ماریہ اور زاویان پر جا ٹکی جو دور کھڑے آئس کریم کھا رہے تھے۔ لمحے بھر کی بے دھیانی میں ماریہ کے چہرے پر آئس کریم لگ گئی، زاویان نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ صاف کرنا چاہا تو فیضان نے جھٹ سے طحہٰ کو اشارہ کیا۔ طحہٰ کی آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا، برسوں کا چھپایا عشق، وہ بے بسی، سب پل بھر میں غصّے کی آگ میں بھسم ہو گیا۔ وہ لپک کر زاویان کے قریب پہنچا اور بنا کچھ سوچے سمجھے اسے مارنا شروع کر دیا، ماریہ کی چیخیں، "چھوڑ دو طحہٰ! وہ مر جائے گا!" فضاء میں تحلیل ہوتی رہیں لیکن طحہٰ نے کسی کی نہ سنی، اس کے ہاتھوں میں وحشت تھی، آنکھوں میں وہ عشق جو اب انا کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ اتنے میں ماریہ کے بے ساختہ الفاظ گونجے، "چھوڑ دو اسے! وہ میرا ہونے والا منگیتر ہے!" یہ سنتے ہی طحہٰ کی رگوں میں جیسے برف اتر گئی، ہاتھ وہیں ساکت رہ گئے، یسن اور سرمد نے لپک کر طحہٰ کو وہاں سے کھینچا لیکن طحہٰ تو وہیں کا وہیں رہ گیا، ان لفظوں کا بوجھ دل پر لیے، نظریں جھکائے، ایک شکست خوردہ سپاہی کی طرح۔ فیضان کی زہریلی سرگوشی نے جلتی پر تیل کا کام کیا، "مجھے تو پہلے ہی پتا تھا وہ لڑکی ایسی ہی ہے۔۔۔" اور طحہٰ کی خاموشی میں وہ لفظ ایک کڑوی حقیقت کی طرح گونجتے چلے گئے۔

ماریہ کے لرزتے ہاتھوں نے زاویان کو سہارا دیا اور وہ اسے آہستہ آہستہ پکڑ کر گاڑی تک لائی، اس کی آنکھوں میں پھیلتی بے بسی اور دل میں اترتا خوف صاف جھلک رہا تھا، گاڑی کی رفتار جیسے سڑک کو چیرتی چلی جا رہی تھی اور ماریہ کی دھڑکنیں زاویان کے زخموں کے درد سے کہیں تیز تھیں۔ ہسپتال پہنچتے ہی ڈاکٹر نے تسلی دی کہ گہری چوٹ تو نہیں مگر مار اتنی تھی کہ پورا جسم نیلوں سے بھر گیا تھا۔ زاویان بیڈ پر لیٹا مسکرا رہا تھا جیسے اسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، مگر ماریہ کے چہرے کی اداسی اس کی مسکراہٹ کو بھی کمزور کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد فوزیہ بیگم پریشانی کے عالم میں آئیں، ان کی نظریں سوال بن کر زاویان کے زخموں پر ٹک گئیں، "بیٹا کون تھا وہ لڑکا جو تمہیں مار رہا تھا؟ میں نے تو صحیح سے دیکھا بھی نہیں، مگر وہ تمہیں ہی کیوں مارنے لگا؟" زاویان نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، "کچھ نہیں چچی جان، بس چھوٹی موٹی لڑائی ہو گئی، پچھلے دنوں کی بات تھی۔۔۔" اور فوزیہ بیگم نے مزید کچھ نہ پوچھا،

دوسری طرف ماریہ کے دل میں طحہٰ کے لیے جو غصّہ تھا وہ اب نفرت کی صورت اختیار کر چکا تھا، وہ دھیرے دھیرے زاویان کے قریب آئی، اس کی آنکھوں میں پچھتاوا، شرمندگی اور بے بسی ایک ساتھ تیر رہی تھی۔ لرزتی آواز میں بولی، ”زاویان تم ٹھیک ہونا؟ آئی ایم سوری، یہ سب میری وجہ سے ہوا۔۔۔“ لفظ اس کے ہونٹوں سے پھسل کر آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکنے لگے تو زاویان نے نیم زخمی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے آنسو صاف کرنے کی کوشش کی، ”ارے ارے رو تو نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں اس کی جگہ ہوتا تو شاید میں بھی یہی کرتا۔“ اس سے پہلے کہ زاویان کے زخموں سے بہتے درد پر کوئی اور بات ہوتی، ”نہیں! وہ تمہاری جگہ کبھی نہیں لے سکتا۔“ یہ وہ نفرت تھی جو ماریہ کے الفاظ بن کر طحہٰ کے لیے نکل رہی تھی۔۔۔

زاویان کی آنکھوں میں ایک شرارت کی چمک ابھری، اس نے جان بوجھ کر لہجہ ہلکا کیا، ”او اچھا ماسی سکینہ! ویسے ماسی سکینہ، تم کیا کہہ رہی تھی جب طحہٰ مجھے مار رہا تھا؟ میں تمہارا ہونے والا منگیتر ہوں؟ یہ سب ویسے کب ہوا؟“ اس کا چھیڑنا ماریہ کے اندر کی ہلچل کو اور بڑھا گیا، وہ نظریں چرا کر بولی، ”ہاں وہ بس۔۔۔“ اور بات ادھوری چھوڑ کر جلدی سے بولی، ”میں تمہاری دوائیاں لے کر آتی ہوں، اب گھر چلتے ہیں۔۔۔“ اور وہ تیزی سے پلٹ گئی جیسے الفاظوں کا بوجھ آنکھوں کے راستے زاویان تک نہ پہنچ جائے۔ زاویان نے اس کے جاتے وجود کو دیکھ کر ایک گہری سانس لی، ہونٹوں پر وہی ادھوری مسکراہٹ پھیل گئی جس میں درد بھی تھا اور کسی چھپی محبت کی مٹھاس بھی۔ گھر پہنچتے ہی ماریہ کے اندر کوئی طوفان جاگ اٹھا، وہ کسی خاموش آتش فشاں کی طرح سب کو رات میں اکٹھا ہونے کا کہہ کر سیدھی کمرے میں چلی گئی، دل کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں، اور اس کے قدموں کی چاپ اس فیصلے کی گواہی دے رہی تھی جو شاید اس کی زندگی کا سب سے بڑا اعلان ہونے والا تھا۔

وہ فیصلہ جو ماریہ کرنے جا رہی تھی، وہ اس کے دل کی گہرائی سے نہیں بلکہ اس کے اندر پلتی اس نفرت کی آگ سے جنم لے رہا تھا، وہ نفرت جس نے طحہٰ کی شکل اختیار کر لی تھی، وہ غصّہ جو اب اس کی رگوں میں زہر بن کر دوڑ رہا تھا۔ موبائل کی روشنی میں طحہٰ کی آئی ڈی کھولتے ہوئے اس کی آنکھوں سے ایک اکیلا آنسو ٹوٹ کر سکرین پر گرا، جیسے اس نے خود کو بھی اپنی نفرت کی آگ میں قربان کر دیا ہو۔ سکرین پر انگلی چلتی رہی اور وہ نفرت بھرا آنسو پونچھتے ہوئے بس اتنا بولی، ”بس اب بہت ہوا طحہٰ... تم نے مجھے ایک شرط بنا کر رکھا تھا نا؟ اب دیکھنا تم کس حد تک پچھتاؤ گے مسٹر طحہٰ۔“ وہ موبائل بیڈ پر پھینک کر ایک گہری سانس لیتی ہوئی نیچے کمرے میں چلی آئی، جہاں سب کی نظریں بے قراری سے اس کی طرف اٹھیں جیسے سب کے دل میں ایک ہی سوال تھا کہ وہ اب کیا کہنے والی ہے۔ ماریہ نے سب کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بند کر لیں، اس کے چہرے پر کسی لڑاکا سپاہی جیسی سنجیدگی تھی اور آنکھوں میں ایک ان کہی جنگ کی چنگاری۔ اس نے گہری

سانس لی اور ایسی مضبوط آواز میں کہا کہ کمرے کی خاموشی ٹوٹ گئی، ''میں زاویان سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں، مجھے کوئی اعتراض نہیں اس شادی سے۔'' اس کے الفاظ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر سب کے دلوں میں خوشی کی گونج بن گئے، سب کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے، ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے جیسے برسوں کی کوئی دعا قبول ہو گئی ہو۔ مگر اس شور اور خوشی کے بیچ زاویان کی خاموشی سب سے بلند تھی، وہ اس اعلان کو سنتے ہوئے بھی کسی گہرے سمندر میں ڈوبا بیٹھا تھا، حیرت اس کی آنکھوں میں تیر رہی تھی کہ یہ سب اتنا اچانک کیسے ہو گیا۔ مگر ماریہ تو جیسے اس خاموشی کو توڑنے کے موڈ میں نہیں تھی، وہ اپنا فیصلہ سناتے ہی پلٹ گئی، اس کی پشت پر زاویان کی خاموش نظریں تھیں، مگر اس کی مٹھیوں میں دبی وہ نفرت شاید کسی اگلے طوفان کی گواہی دے رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اختتامِ قسط

قسط نمبر 7

رات کے اس حصے میں جب پورے گھر کی روشنیوں میں خاموشی اتر چکی تھی، زاویان صحن کے کونے میں بے مقصد چہل قدمی کر رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں سگریٹ تھی مگر وہ پینے کی ہمت نہ کر سکا— جیسے دل کی جلتی آگ کے آگے یہ راکھ بھی حقیر ہو۔

اُس کے دماغ میں ماریہ کی آواز گونج رہی تھی:

"میں زاویان سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں..."

ایک پل کو لگا جیسے زمین اس کے قدموں سے کھسک گئی ہو۔

یہ جملہ اُس کے لیے خوشی کی نوید نہیں تھا— یہ تو ایک خالی اعلان تھا، جس کے پیچھے درد کی دیوار تھی۔

اُس نے یاد کیا جب اُس نے پہلی بار ماریہ کی آنکھوں میں وہ ضد دیکھی تھی— جو ضد، پیار کے لیے نہیں انتقام کے لیے تھی۔

اُسے سب سمجھ آ گیا تھا— اُس نے ایک کونے میں اُسے روک کر کہا بھی تھا:

"ماریہ! کیا پاگل پن ہے یہ؟ تُم مجھ سے شادی کر کے کس کا بدلہ لے رہی ہو؟ کس سے انتقام ہے تمہیں؟" خود سے؟ یا طحہٰ سے؟......

ماریہ نے نظریں چرائیں تھیں— ہونٹوں پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائی تھی،

"زاویان! بدلہ؟ کیسا بدلہ؟ میں تو اپنی خوشی سے کر رہی ہوں۔"

زاویان نے اُس کے کندھے تھامے تھے،

"مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ میں جانتا ہوں تُم طحہٰ کو جلانا چاہتی ہو— مگر مجھ سے کیوں کھیل رہی ہو؟ میں تمہارا دوست ہوں...

ماریہ نے اُس کے ہاتھ جھٹک دیے تھے— آنکھوں میں نمی تیرتی رہی،

"میں کچھ نہیں بتاؤں گی زاویان! بس چپ کر جاؤ... اگر تُم میرے دوست ہو تو میرا فیصلہ مان لو..."

زاویان نے وہ لمحہ اپنے دل پر چُھری کی طرح محسوس کیا تھا—

کیسی بے بسی تھی—

وہ اُسے کھو کر بھی پا رہا تھا—پا کر بھی کھو رہا تھا۔

اُس رات جب ماریہ سب کے سامنے اپنے فیصلے کی ڈھال لے کر کھڑی تھی—زاویان نے سب کی تالیاں، سب کی مبارکیں سنی تھیں—

مگر اُس کے اندر شور تھا، چیخ تھی، سوال تھا:

”کاش تُم مجھ سے جھوٹ نہ بولتی... کاش تُم مان لیتی کہ یہ فیصلہ تمہارے دل کا نہیں، تمہاری نفرت کا ہے...“

زاویان نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے نیچے صحن کی گھاس کو تکتے ہوئے بڑبڑایا،

”کاش میں اُسے روک سکتا... کاش میں اُس کا دکھ چھین سکتا...“

اُسے پتہ تھا کہ ماریہ راتوں کو چپکے چپکے روتی ہے—اُسے پتہ تھا کہ یہ ہنسنا ایک نقاب ہے—یہ شادی محض ایک اعلان ہے کہ وہ طحہٰ کی شکست چاہتی ہے—مگر اُس شکست میں وہ خود بھی تو ہار رہی ہے۔

زاویان کی آنکھوں میں نمی آگئی—اُس نے کھڑکی بند کی—

آسمان پر بادل چھائے تھے—جیسے اُس کے دل پر بھی۔

اُس نے بس اتنا کہا:

”یا اللہ... تُو اسے وہ سکون دے جو میں نہیں دے سکتا...“

اگلی شام جب سب لوگ ڈرائنگ روم میں عید کی باقی ماندہ خوشیوں میں لگے تھے، ماریہ صوفے پر بیٹھے بیٹھے خاموشی سے سب کی باتوں میں ہنسنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی مگر زاویان اُس کے آنکھوں کے گرد پھیلا وہ خالی دائرہ صاف دیکھ رہا تھا۔

اُسے لگا شاید سب کو کچھ سمجھانا بے کار ہے—مگر وہ کم از کم ماریہ کی خاموشی کو توڑ ہی سکتا ہے۔

اُس نے پاس بیٹھتے ہوئے اُس کے کان میں آہستہ سے کہا:

”ماسی سکینہ! تُم جانتی ہو نا شادی کے بعد بھی جھاڑو تیرے ہی ہاتھ میں ہو گی؟“

ماریہ نے چونک کر اُسے دیکھا، پھر ہلکی سی ہنسی دبائی—مگر اُس ہنسی میں آنکھوں کی نمی چمک گئی۔

زاویان نے فوراً بات بدلنے کے لیے ہنستے ہوئے اُس کی چائے کا کپ پکڑ لیا "چائے بھی ٹھیک سے نہیں بنا سکتی تو! کل سے تیرے ہاتھ کا پراٹھا بھی کھانا ہے — اللہ خیر کرے۔"

ماریہ نے زور سے اُس کے ہاتھ سے کپ چھینتے ہوئے منہ بنایا "زاویان! بکواس بند کر — میرا دماغ مت کھا۔"

زاویان نے اُسے گھورتے ہوئے انگلی لہرا کر کہا

"دیکھ ماسی سکینہ! تُو مجھ سے شادی کرے یا نہ کرے — اگر کرے گی تو خوشی سے کرے گی — ورنہ مجھے بھی معلوم ہے تیرا دماغ کیسے ٹھیک کرنا ہے۔"

ماریہ نے ہنس کر اُس کی طرف دیکھا، پھر نظریں جھکاتے ہوئے بس اتنا بولی:

"ہاں ہاں... باؤلے... سب پتا ہے مجھے..."

اُس نے وہی زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجالی، مگر زاویان کو اتنا سکون تھا کہ اُس نے اُس کے چہرے پر کچھ پل کے لیے ہی سہی، ادھورا سا سکون دیکھا۔

زاویان اُٹھتے ہوئے بولا "چلو! باہر چائے والا چھوڑ آؤں؟"

ماریہ نے غصے سے گدی پر چائے کا کپ مارنے کی اداکاری کی "چائے والا نہیں، زاویان! میں تجھے چھوڑ دوں گی ایک دن!"

زاویان نے اُس کی بات کو ہاتھ جوڑ کر قبول کیا — جیسے اُس کی ہر بات، ہر غصہ، ہر زبردستی کی خوشی — سب اُس کی قربانی ہے جو اُسے خوشی خوشی قبول ہے۔۔۔۔ ☆☆☆☆

طحہٰ اب شہر کی راتوں کا راجہ بن چکا تھا۔

کوئی سنسان سڑک، کوئی بند کلب — طحہٰ کی ہنسی وہاں گونجتی تھی، سگریٹ کی راکھ گرتی تھی، خالی بوتلیں لڑھکتی تھیں۔

اس کے دوست بھی اب محض تماشا تھے — فیضان کی زہریلی باتیں اُس کے کانوں میں جلتی رہتیں — "وہ اب کسی اور کی ہونے جا رہی ہے... ہاہا طحہٰ... دیکھ تیری بے بسی...!"

طحہٰ جواب میں بس سگریٹ کا کش لیتا، سرخ آنکھیں میچتا — پھر زور سے ہنستا، جیسے اپنے ہی دل کو گالی دیتا ہو۔

اُسے اب کسی کی پرواہ نہ تھی — نہ خاندان کی، نہ دوستوں کی — نہ اُس لڑکی کی جس کے لیے اُس نے سب کچھ چھوڑا تھا۔

اب وہ بس گلیوں کا آوارہ تھا—جس کی راتیں شور تھیں، دن ویران۔

شراب کے گلاس میں اُس کا سکون تھا، مگر دل کی بھوک پھر بھی باقی تھی۔

کبھی کبھار اُس کا موبائل کانپ اٹھتا—ماریہ کا نام چمکتا، مگر نمبر وہی رہتا—بند... بلاکڈ...

طحہٰ نے اس رات فیضان اور یسن کو اپنے ساتھ گھسیٹا۔ کلب کی روشنیاں، اونچی موسیقی، کڑوی شراب—اور طحہٰ کا بے رحم قہقہہ۔

ایک لڑکی اُس کے پاس آکر ہنسی تو اُس نے اُسے بھی سینے سے لگالیا—جیسے وہ سب ماریہ کا بدل ہو۔

فیضان نے قریب آکر کہا، "طحہٰ! چھوڑ دے یہ سب..."

طحہٰ نے سگریٹ کی راکھ جھاڑتے ہوئے اُسے گھور کر دیکھا—

"سب چھوڑ دیا یار—اب کیا بچا ہے چھوڑنے کو؟"

پھر وہ رات ڈھلنے تک کسی انجان لڑکی کے ساتھ، انجان کمرے میں، انجان گناہوں میں ڈوب گیا—

مگر صبح اُٹھا تو اُس کے کان میں صرف ایک نام گونج رہا تھا—"ماریہ..."

اور اُس نے غصے میں میز پر پڑا سب کچھ توڑ دیا۔

"میں بھی برباد—تُو بھی برباد!"---------

ماریہ کو سب نے عروسہ بنا دیا تھا—پر وہ عروسہ جس کی آنکھوں میں خواب نہیں، بس انتقام کی راکھ تھی۔

زاویان اُس کے سامنے آیا، تو وہ مسکرا دی—مگر دل میں بس ایک ہی خیال—

"طحہٰ! دیکھنا... میں تمہیں کیسے جلاتی ہوں..."

پر اُس رات جب وہ اپنی سہیلی دعا سے بات کرنا چاہتی تو دعا اب بھی فیصل آباد خالہ کے پاس تھی۔ اُس کی سب کالز unanswered—

دعا کی کمی اب اسے اندر سے کھا رہی تھی—کوئی نہیں تھا جو پوچھتا، "سچ کیا ہے؟"

ماریہ کا جھوٹا اعلان اب سچ کی طرح سب پر مسلط ہو چکا تھا۔ شادی کی تیاریوں نے گھر کی دیواروں کو روشن تو کر دیا تھا، مگر ماریہ کا دل اب بھی اندھیرے میں ڈوبا تھا۔

وہ رات کو اکثر چھت پر بیٹھ جاتی، خالی آسمان کو دیکھتی، جیسے ستاروں سے پوچھ رہی ہو— "کہاں ہو تم طحہٰ؟ کیسا لگ رہا ہے اب؟"

اُسے پتا تھا کہ طحہٰ بکھر چکا ہے، اُس کے کانوں میں کبھی کبھار فیضان کی باتوں کی بازگشت گونجتی— "طحہٰ تو اب کسی کلب کا آوارہ ہے... جسے یاد بھی نہیں تُو کون ہے..."

مگر ماریہ کی آنکھوں میں ایک اَن کہا درد تھا—جو اُسے خود بھی سمجھ نہیں آتا تھا۔

کبھی کبھی وہ اپنے ہی اعلان پر پچھتاتی—پر زبان پر کچھ نہ لاتی۔

زاویان اب پہلے سے زیادہ اُس کے قریب رہتا، اُس کی آنکھوں میں محبت ڈھونڈتا—اور ماریہ اُسے ہر بار اک نئی جھوٹی مسکراہٹ دے دیتی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

پھر ایک دن دعا لوٹ آئی—چار ہفتے خالہ کے پاس گزار کر۔

دعا نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا، ماریہ کی آنکھوں میں چھپے زخموں کو ایک پل میں پڑھ لیا۔

دعا اُس کی وہ دوست تھی جو سچ دیکھ سکتی تھی—اُس نے سب سے پہلے یہی پوچھا:

"ماریہ! تُو ٹھیک ہے؟ یہ جو تُو کرنے جا رہی ہے—یہ سچ ہے یا صرف زخم چھپانے کا ہتھیار؟"

ماریہ نے ہنستے ہوئے جھوٹ بولا— "کچھ بھی نہیں دعا... سب ٹھیک ہے..."

پر دعا جان گئی کہ سب بکھرا ہوا ہے۔

وہ رات دعا نے ماریہ کے ساتھ چھت پر گزار دی، دونوں چادر اوڑھے، چاند کو تکتے رہے—

مگر ماریہ کی آنکھوں سے پھر بھی ایک لفظ نہ نکلا، صرف خاموشی اُس کے دل کی گواہی دیتی رہی۔

دعا کو اب یقین تھا—کہ ماریہ کا اعلان ایک انتقام ہے، محبت نہیں۔

وہ جانتی تھی کہ یہ شادی نہیں ہو سکتی—

پر کیسے رو کے؟

طحہٰ اب دور کہیں گناہوں کی گلی میں ڈوب چکا تھا۔

اور ماریہ؟

وہ زخم کو چپ چاپ کُرید رہی تھی۔

اُدھر طحہٰ—اب وہ راتوں کا بھکاری تھا—جو اپنا سکون عورتوں کی جھوٹی ہنسی میں ڈھونڈتا، جو اپنی انا کو سگریٹ کے دھوئیں میں جلانے کی کوشش کرتا۔

کسی بھی بار میں، کسی بھی کلب میں—طحہٰ وہ نام تھا جو گناہ کی خوشبو بن چکا تھا۔

فیضان اکثر اُسے واپس کھینچنے کی کوشش کرتا، مگر طحہٰ اب کسی کی نہیں سنتا تھا۔

ایک رات جب سب دوستوں نے اُسے روکنا چاہا—طحہٰ نے سب کے سامنے بوتل توڑ دی۔

"میں وہ طحہٰ نہیں رہا... جس کے دل میں ماریہ تھی... وہ مر گیا ہے...!"

وہ اپنی وحشت کو بربادی کی حد تک لے گیا—

انجان لڑکیوں کے ساتھ گندی پارٹیاں، نشے کی تھرک، جیب میں نوٹ—پر دل کا خلا ویسا کا ویسا۔

کبھی کبھار جب سب تھک کر سو جاتے، طحہٰ کسی دیوار سے لگ کر روتا—اتنا آہستہ کہ کوئی سن نہ سکے۔

"کیوں کیا تُو نے یہ سب... ماریہ..."

دعا کو اب ایک ہی راستہ نظر آ رہا تھا—اگر کچھ بچانا ہے تو اُسے طحہٰ سے بات کرنی ہوگی۔

اُس رات ماریہ کے کمرے میں بیٹھے بیٹھے اُس نے ہمت کی، پرس اُٹھایا اور باہر نکل گئی۔

یسن سے کسی نہ کسی طرح پتہ لے کر وہ سیدھی اُس جگہ پہنچ گئی جہاں طحہٰ اب راتیں برباد کرتا تھا۔

وہ ایک سستا سا کلب تھا—اندر ہر طرف دھواں، شور، عجیب قہقہے—اور دعا اپنی سانس روک کر اُس وحشت میں داخل ہوئی۔

کونے کی ٹیبل پر وہی تھا—طحہٰ...

نشے میں ڈوبا، ہاتھ میں گلاس، آنکھیں لال—

ایک اجنبی لڑکی اُس کے کندھے سے لگی ہنس رہی تھی، جیسے اُس کا سب کچھ وہی ہے۔

دعا چند لمحے اُس منظر کو دیکھتی رہی—دل جیسے سینے میں کانپ گیا۔

پھر اُس نے پوری ہمت جمع کی، سیدھی جا کر طحہٰ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

طحہٰ نے نظریں اُٹھا کر اُسے دیکھا—پھر زہریلی مسکراہٹ لبوں پر آئی۔

"اُف دعا! کتنی دیر بعد؟ کیا لینے آئی ہو؟ دعا دینے؟"

دعا نے لڑکی کو گھورتے ہوئے کہا، "اٹھو یہاں سے!"

لڑکی نے بے زاری سے طحہٰ کو دیکھا، طحہٰ نے بھی اُسے ہاتھ کے اشارے سے ہٹا دیا۔

کچھ لمحے بعد میز پر صرف دعا اور طحہٰ آمنے سامنے تھے—جیسے دو دشمن۔

دعا کی آواز کپکپائی، "یہ سب کیا ہے طحہٰ؟ یہ جو تُم بنے بیٹھے ہو؟"

طحہٰ کا قہقہہ نکلا، وہ زور سے ہنسا—

"جو ہونا تھا، وہ ہو گیا دعا...! جس لڑکی کے لیے میں سب کچھ چھوڑ سکتا تھا، اُس نے مجھے چھوڑ دیا۔"

دعا کا دل پھٹ گیا—اُس نے اپنی نم آواز میں کہا "وہ سب کچھ نہیں تھا طحہٰ...اُس نے انتقام لیا...پر تُم کیوں خود کو جلا رہے ہو؟"

طحہٰ کی آنکھوں میں کچھ لمحے کے لیے پرانی نمی اُتری—پھر وہ غصے میں چلایا

"بس کرو دعا! چلی جاؤ یہاں سے... تُم بھی اُسی کی ایجنٹ ہو؟ اُس نے بھیجا ہے؟"

دعا کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے، اُس نے کانپتے لہجے میں کہا "تم سن لو طحہٰ! تُم اس ماریہ کو جانتا نہیں... وہ ٹوٹ گئی ہے... پر دکھا نہیں رہی... اور تُم؟ تُم اس کے لیے خود کو ذلیل کر رہے ہو؟"

طحہٰ کا قہقہہ اب سسکی میں بدل گیا—اُس نے گلاس میز پر دے مارا، شیشہ ٹوٹ گیا، لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

وہ چیخا، "محبت؟ محبت؟ کس بات کی محبت؟ وہ اب زاویان کی ہونے والی ہے... جاؤ! جا کر اُس کے ہاتھ پکڑ کے مبارکباد دو آ!"

دعا نے ایک آخری گہری سانس لی، اُس کے الفاظ جیسے طحٰہ کے سینے میں کیل بن گئے "یاد رکھو طحٰہ...ماریہ کبھی کسی کی نہیں ہو سکتی... نہ تمہاری، نہ زاویان کی... جو زخم ہے وہ زخم ہی رہے گا... اب فیصلہ تُم کرو، اس زخم کو جلا دو یا مرہم ڈھونڈ لو...!"

یہ کہہ کر دعا پلٹ گئی—اُس کی آنکھوں میں طحٰہ کے لیے ایک آخری دعا تیر رہی تھی...

مگر پیچھے میز پر بیٹھا طحٰہ اب اپنی ہی وحشت میں ڈوب چکا تھا۔

گلاس کے ٹکڑے، سگریٹ کا دھواں—اور اُس کی بند مٹھی میں ایک نام—ماریہ...

دعا لوٹ آئی—اُس کی آنکھوں میں امید اب بھی تھی۔

اُسے پتہ تھا— کھیل ابھی ختم نہیں ہوا۔۔۔۔۔

اُدھر ماریہ چھت پر چاند کو تک رہی تھی—اور طحٰہ گندے فرش پر بیٹھا اپنی بربادی کو ہنس کر دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

دعا کو چین کہاں آنا تھا؟

طحٰہ کی بربادی، ماریہ کی خاموشی—ان دونوں کے درمیان جو اندھیرا تھا وہ اب دعا کو چین نہیں لینے دے رہا تھا۔

اُسے یقین تھا—کچھ نہ کچھ ایسا ہے جو دونوں کو توڑ گیا ہے... اور وہ جانے بغیر پیچھے نہیں ہٹنے والی تھی۔

ایک دن جب وہ طحٰہ کو منانے دوبارہ کلب گئی تو فیضان کی باتوں میں اُسے کچھ عجیب سا لگا—فیضان بار بار طحٰہ کے کان میں زہر گھول رہا تھا۔

دعا کی آنکھوں میں وہ منظر قید ہو گیا۔

رات گئے جب وہ واپس آئی تو اُس نے اپنے دماغ کو کرید کر سب جوڑا—

فیضان کے لفظ، ماریہ کے زخم، طحٰہ کی آنکھوں کی نفرت—سب ایک ہی سمت میں جا رہے تھے۔

اگلی شام دعا نے ہمت کی—فیضان کے فون تک پہنچنے کے لیے اُس نے یسن سے مدد لی۔

کسی طرح اُس نے فیضان کا موبائل ہاتھ لگا ہی لیا—

چند پرانی چیٹز، ایک دو ریکارڈنگز...

اور پھر وہ ایک میسج ملا جس نے دعا کے پاؤں تلے زمین کھینچ لی تھی۔۔۔۔۔۔

"بس طحٰہ کو لگا رہنے دے کہ ماریہ نے دھوکہ دیا ہے... باقی سب میں دیکھ لوں گا!"

دعا کی آنکھوں میں آگ بھر گئی—اُس نے موبائل کی سکرین زور سے بند کی—دل میں جیسے شعلے دہکنے لگے تھے۔

دعا کو سب سمجھ آ گیا—

اصل زہر فیضان نے گھولا تھا—اُس نے طحٰہ کے دل میں شک ڈالا، اُس نے ماریہ کو بدنام کیا—

اور یہ سب اُس نے طحٰہ کی آنکھوں کے سامنے ڈرامے کی طرح کھیل دیا۔

اُسی رات دعا نے فیصلہ کر لیا—

"اب میں خاموش نہیں رہوں گی۔"

اُس نے موبائل میں وہ سب ثبوت سنبھالے—اور طحٰہ کو کال ملائی۔

لیکن طحٰہ نے فون کاٹ دیا—پھر دوسری کال—پھر بھی کٹ...

دعا کی آنکھوں میں آنسو اُترنے لگے، مگر وہ جانتی تھی اب اُسے ہارنا نہیں۔

اختتامِ قسط

قسط نمبر 8

دعا جیسے ہی ماریہ کے کمرے سے نکلی، اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔ باہر لان میں اندھیرا پھیل چکا تھا—گیٹ کے اُس پار ایک گاڑی اُس کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ تیز قدموں سے نکلی اور پچھلے گیٹ سے نکل کر سیدھی اُس گاڑی میں جا بیٹھی۔ اندر فیضان پہلے سے موجود تھا۔

"تو کیسا رہا ڈرامہ؟" فیضان نے سگریٹ جلاتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

دعا پہلے تو اُسے غصے سے دیکھتی رہی—پھر ایک دم اُس کے ہونٹوں پر ہنسی پھیل گئی۔

وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔۔۔۔۔۔

"سب کمال ہے فیضان... اُسے میں نے رلا دیا! اب دیکھتی ہوں وہ کیسے بچے گی!"

فیضان نے اُس کی ہنسی کے ساتھ اپنا قہقہہ ملایا—

گاڑی کے شیشے بند تھے، اندھیرا اُن کے گرد لپٹا تھا—اور اُس اندھیرے میں اب ایک نیا راز گونج رہا تھا۔۔۔۔۔۔

دعا نے گاڑی کی کھڑکی سے باہر دیکھا، اندھیری سڑک پر پھیلی لائٹس میں اُسے اپنا ماضی صاف دکھائی دے رہا تھا۔

وہ ماضی جس میں اُس نے کسی سے محبت کی تھی—وہ محبت جس نے اُسے رسوا کر دیا تھا، اُس کا نام گلیوں میں اچھالا گیا تھا۔

لیکن اُسے پتا تھا، اُس دن اگر کوئی اُس کی ڈھال بنی تھی تو وہ ماریہ ہی تھی—

ماریہ نے اُسے اُس بدنامی سے نکالا تھا... مگر دعا کی آنکھوں میں وہ سچ نہیں بچا تھا۔

اُسے تو بس یہی لگا کہ ماریہ نے اُس کی محبت چھین لی، اُس کے خواب لوٹ لیے، اور اب وہ ہنسی خوشی اپنی نئی دنیا بسا رہی ہے۔

فیضان کے ساتھ مل کر اُس نے طحہٰ کو توڑ دیا—ماریہ کو الزاموں میں گرا دیا—

اُس کا دل جلتا رہا، اور جل کر اُسے یہی سکون ملا کہ اب کوئی خوش نہیں رہے گا۔

فیضان اُسے دیکھ کر پھر مسکرایا،

"یہی تھی نا تمہاری چال—طحہٰ، ماریہ... سب ختم؟"

دعا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اُبھری—

"ہاں... سب ختم۔ بس اب تماشا باقی ہے..."

اندھیرے میں گاڑی آگے بڑھ گئی—

اور اُس رات ہوا میں پھیلی خاموشی کو بھی پتہ نہیں تھا کہ اِس کھیل کا انجام کیا ہو گا۔۔۔۔۔۔

گرمی کی دوپہر تھی، حویلی کے بڑے صحن میں سناٹا بچھا ہوا تھا۔

اسی سناٹے میں ایک گاڑی آ کر رکی—دروازہ کھلا اور سفید شلوار قمیص میں ملبوس، ہلکی سی مسکان چہرے پر سجائے وانیہ نیچے اتری۔

وانیہ—ماریہ کی ماموں زاد—برسوں بعد اس حویلی میں لوٹ رہی تھی۔

ایک ہاتھ میں چمکدار بیگ، دوسرے ہاتھ سے بالوں کی لٹ سنبھالتی وہ صحن میں داخل ہوئی تو اس کے نرم قدموں کی چاپ نے سارا سکوت توڑ دیا۔

ماریہ نے جب وانیہ کو اندر آتے دیکھا تو پل بھر کو اُس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی۔

"ارے وانیہ! تم...؟"

وانیہ نے مسکرا کر اپنی بھوری آنکھوں میں ایک عجیب سا دھیما پن چھپایا—

"ہاں باجی، سوچا سب سے مل لوں... اور... بس کچھ دن ادھر رہ بھی لوں..."

زاویان جو پیچھے کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا، اُس کی نظر لمحہ بھر کو وانیہ پر ٹھہر گئی—

وانیہ نے بھی چھپ کر ایک نظر زویان پر ڈالی—

اور اُس کی مسکراہٹ کی گہرائی میں کچھ ایسا تھا جو ابھی کسی کو سمجھ نہ آیا۔

سب نے اُس کا خیر مقدم کیا—

کھانا ختم ہوتے ہی وانیہ نے پلیٹ ایک طرف رکھی اور اپنی مخصوص شوخی سے بولی،

"چلو یار! اتنا ہیوی کھانا کھالیا ہے... اب تھوڑی سیر بھی ہو جائے—

سنا ہے سیالکوٹ میں بہت پیاری جگہیں دیکھنے کو، اسی بہانے میں تو شاپنگ بھی کر لوں گی!"

زاویان نے فوراً چمچ نیچے رکھا، "اوہ... تو اصل پلان اب پتہ چلا! پیٹ بھرنے کے بعد میرا بٹوہ خالی کرنے کا پلان!"

وانیہ نے ناک چڑھا کر کہا، "اچھا جی؟ آپ جیسے رئیس لوگوں کے بٹوے خالی ہوتے ہیں؟"

ماریہ نے زاویان کو گھورا، "زاویان! زیادہ باتیں مت کرو—چلو سیدھے سیدھے۔ ویسے بھی تمہیں تو ونڈو شاپنگ ہی کرنی آتی ہے!"

شاپنگ مال کی لفٹ کے سامنے تینوں کھڑے تھے۔ زاویان نے اسٹائل سے شیشے والی لفٹ کی طرف دیکھا اور پھر اپنے بال ٹھیک کیے۔

ماریہ نے آنکھیں گھما کر وانیہ کو دیکھا،

"دیکھو ذرا... لفٹ بھی اس کی تعریف کیے بغیر اوپر نہیں جاتی!"

وانیہ نے دبی دبی ہنسی چھپائی،

"ہاں باجی! زاویان تو لفٹ میں بھی لفٹنگ کر جاتے ہیں!"

زاویان نے دونوں کو گھورا، "سن لو! میں تم دونوں کے بغیر ہی شاپنگ کر لوں گا۔ پھر دیکھنا کون روتا ہے!"

ماریہ نے ہنس کر کہا، "ہاں ہاں! پچھلی بار بھی تم نے ایک سوٹ لینے گئے تھے اور تین گھنٹے بعد بھی خالی ہاتھ واپس آئے تھے!"

زاویان نے ناک چڑھائی، "وہ تو میں سیل چیک کر رہا تھا!"

وانیہ نے شرارت سے کہا، "اوہ ہاں! سیل پر آپ نے پورے مال کی لڑکیاں بھی چیک کی تھیں نا؟"

زاویان کا منہ کھل گیا، "وانیہ! تم — تمہیں اتنی باتیں کیسے پتا چلتی ہیں؟"

ماریہ نے وانیہ کو آنکھ ماری، "چھوڑو نا! آؤ شاپنگ کریں۔ زاویان بس شیشہ ہی دیکھتا رہے گا!"

زاویان نے دانت پیس کر شاپر پکڑا، "ٹھیک ہے! آج کے بعد شاپنگ ختم — بس کل سے میں خود کپڑے ڈیزائن کروں گا!"

وانیہ نے ہنس کر کہا، "پھر تو زاویان برانڈ کے نام سے چپلیں اور موزے مشہور ہوں گے!"

ماریہ کی ہنسی چھوٹ گئی — زاویان نے ایک ہاتھ میں شاپر، دوسرے میں اپنا غصہ سنبھالا — لیکن ہار گیا۔ تینوں ہنستے ہنستے لفٹ میں داخل ہوئے — اور لفٹ بند ہونے تک زاویان کی شان پھر بھی خراب ہو گئی تھی!.....

رات میں جب وانیہ اچانک کمرے میں داخل ہونے لگی تو وانیہ کی نظریں دروازے پر ٹھٹک کر رہ گئیں — اندر سے آتی ہلکی ہلکی باتوں نے اُس کے دماغ میں جیسے طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

زاویان اور ماریہ کی شادی؟

یہ لفظ اُس کے کانوں سے ٹکرا کر اُس کے دل کو کاٹنے لگے۔

وہ لڑکھڑاتی قدموں سے دروازے سے پیچھے ہٹ گئی — یاد آیا، ابھی کچھ ہی مہینے پہلے تو ماریہ نے خود اُس سے کہا تھا،

"وانیہ! میں ایک لڑکے سے محبت کرتی ہوں... اُس کے بغیر میں رہ ہی نہیں سکتی!"

وانیہ نے اُسے اُس وقت مسکرا کر چھیڑا بھی تھا—اُس نے ماریہ کی آنکھوں کی چمک دیکھی تھی۔

لیکن اب؟ اب یہ کیا؟

یہ سب ایسے کیسے ہو گیا؟

وانیہ کے دماغ میں سوال ہی سوال تھے—زاویان جسے وہ اپنی محبت سمجھتی تھی، اب ماریہ کا ہونے والا تھا۔

اور ماریہ؟

اُس کا وہ عشق، وہ دُکھ، وہ خواب—وہ کہاں گیا؟

آخر کس موڑ پر سب بدل گیا؟

وانیہ کی آنکھوں میں آنسو چمک اُٹھے، مگر اُس کے ہونٹوں پر ہار نہیں تھی—

وہ جانتی تھی... اُسے یہ کھیل سمجھنا ہو گا۔

یہ راز اُسی کے ہاتھ سے کھلے گا—جو زویان کو بچا بھی سکتا ہے، اور ماریہ کو بھی...

وانیہ کو زاویان سے محبت تو ہے—مگر وہ دل میں دبائے بیٹھی ہے۔ اُسے ماریہ کا زویان کے قریب آنا بھی کھٹک رہا ہے۔

وہ اندر ہی اندر حسد محسوس کرتی ہے... اور اُسے لگتا ہے کہ ماریہ نے سب کو اپنے سحر میں لیا ہوا ہے۔

اِسی حسد میں ایک رات وانیہ اپنی کزن ماریہ کے موبائل تک پہنچتی ہے۔ ماریہ باتھ روم میں ہوتی ہے، فون ٹیبل پر رکھا ہوتا ہے۔ وانیہ کو دل میں شک ہوتا ہے کہ اس شادی کی کہانی میں کچھ تو گڑبڑ ہے۔ وہ موبائل چیک کرنے کی غلطی کر بیٹھتی ہے۔

اُسے وہی میسجز، تصویریں اور فیضان کا نام نظر آتا ہے۔

وہ ایک دم رُک جاتی ہے—او! میری پیاری بہن میں نے تم پر شک کیا تم تو خود ٹوٹی ہوئی ہو وہ اپنے آپ سے یہ سب کہہ رہی تھی اور یہ سب انتقام کی آگ میں۔۔۔۔۔ اب تمہاری یہ بہن تمہاری خوشیاں واپس لے کر آئے گی۔۔۔۔

پھر وہ موبائل سے نمبر نوٹ کر کے، خود فیضان تک پہنچنے کی ترکیب سوچتی ہے۔

اگلے دن وانیہ چپکے سے فیضان کا پتہ لگا لیتی ہے—اُسے کال کرتی ہے اور کہتی ہے:

"مجھے سب سچ چاہیے—ورنہ جو تم چھپا رہے ہو، وہ میں سب کے سامنے لے آؤں گی!"

فیضان چونک جاتا ہے—اب وانیہ کا دل اور دماغ دونوں کام کر رہے ہوتے ہیں۔ فیضان کے لفظوں سے اُسے دھیرے دھیرے پتا چلنے لگتا ہے کہ دعا اور فیضان کی ملی بھگت ہے۔

وہ جھوٹ موٹ فیضان کو دوستی کا لالچ دیتی ہے، اس کا کانفیڈنس گین کرتی ہے اور اُسے باتوں باتوں میں بہت کچھ اُگلوا لیتی ہے۔

وانیہ کو جب سچائی کا پہلا سرا ملتا ہے، تو اُس کا دماغ گھوم جاتا ہے۔

اب وہ ایک طرف زاویان کی محبت کا فائدہ اٹھا کر خود کو اُس کے قریب کرنے کی کوشش کرے گی—

دوسری طرف وہ دعا اور فیضان کا کھیل سب کے سامنے لانے کے لئے خود موقع تلاش کرے گی۔

کیونکہ اگر وہ یہ سب اکیلی ثابت کرے گی تو شاید زویان کا دل اُس کی سچائی پر یقین کرے...اور وہ اُس کی نظروں میں خاص بن جائے!

وانیہ نے فیضان کو ایک سنسان کیفے میں بلایا—

وہ سنجیدگی سے اُس کے سامنے بیٹھی، ہاتھ میں موبائل، آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون۔

فیضان نے گھبراتے ہوئے اِدھر اُدھر دیکھا، پھر کانپتی آواز میں بولا،

"وانیہ... تم نے مجھے یہاں کیوں بلایا؟"

وانیہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری—

"فیضان، کھیل تم نے شروع کیا تھا—اب اسے ختم بھی تم ہی کرو گے۔"

وہ موبائل اُس کے سامنے رکھا—اُس میں وہی ریکارڈنگز، وہی میسجز، سب کچھ—جو وہ چھپانا چاہتا تھا۔

فیضان کا رنگ اُڑ گیا۔

"تم... تمھیں یہ سب کہاں سے ملا؟"

وانیہ نے میز پر جھک کر دھیرے سے کہا—

"سچائی کبھی نہیں چھپتی فیضان۔ تم نے دعا کے کہنے پر یہ سب کیا، نا؟

ماریہ اور طحہٰ کے درمیان زہر تم نے گھولا؟ دعا تمہاری ساتھی ہے؟"

فیضان کا حلق خشک ہو گیا—اُس نے گلاس اُٹھا کر پانی پیا، مگر لفظ اُس کے گلے میں اٹک گئے۔

وانیہ نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا—

"دیکھو فیضان، اب تمہارے پاس دو راستے ہیں—یا سب کچھ اُگل دو...یا میں خود سب کو بتا دوں!"

فیضان کی نظریں نیچے جھک گئیں—اُس نے ہارے ہوئے لہجے میں سب کچھ بتانا شروع کیا۔

کیسے دعا نے اُسے استعمال کیا، کیسے پلان بنایا، کیسے طحہٰ کے سامنے سب ڈرامہ رچایا۔

وانیہ کے چہرے پر اک عزم اُبھر آیا—اب وہ جان چکی تھی کہ طحہٰ کی بربادی کا اصلی سبب کیا تھا۔

اُسی لمحے اُس نے ایک آخری سوال کیا—

"طحہٰ کہاں ہے اب؟"

فیضان نے بے بسی سے کہا—

"وہ تو سیالکوٹ کے ایک کلب میں گھومتا رہتا ہے—ٹوٹ چکا ہے...بکھر چکا ہے..."

وانیہ نے گہری سانس لی—

اُس کے دماغ میں اگلا پلان کلک کر گیا۔

"ٹھیک ہے فیضان—اب تمہیں کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ باقی میں خود سنبھالوں گی!"

سرد رات تھی—سیاہ آسمان پر بکھرے بادل، سڑکوں پر ادھوری روشنیاں۔

وانیہ کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا—اُس نے سنا تھا طحہٰ اِس بار میں آتا ہے، سیاہ بوتلوں میں اپنی یادوں کو ڈبونے...

وہ سارا دن فیضان سے اُلجھ کر، سب حقیقت کرید کر سیدھی سڑک پر آئی تھی—سچ کو طحہٰ تک پہنچانا تھا۔

سڑک پار کی اور جب بار کے اندر قدم رکھا تو وہاں مدھم سا شور، ہنسی، گانوں کی بازگشت ـــ اور ایک کونے میں طحٰہ۔

وہ میز پر جھکا بیٹھا تھا، سامنے خالی بوتلیں، راکھ دان میں سلگتا سگریٹ۔

کبھی وہ طحٰہ جو گردن اُونچی رکھتا تھا ـــ آج شانے ڈھلکے ہوئے تھے، آنکھوں کے گرد حلقے گہرے تھے۔

وہ اپنا آپ خود پی چکا تھا۔

وانیہ کا دل لرز گیا ـــ

یہ وہی تھا؟ جو کبھی ماریہ کی آنکھوں میں خواب تھا؟

وہ آہستہ قدموں سے اُس کے پاس آئی۔

طحٰہ نے سر اُٹھایا ـــ آنکھوں میں سرخ ڈوریاں، چہرے پر اُلجھی ہوئی داڑھی، خالی خالی نظریں۔

"کون؟" اُس نے مدھم سی آواز میں کہا ـــ

وانیہ نے کرسی کھینچی اور اُس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"وہ... جو تمہیں اندھیرا پینے نہیں دے گی!"

وانیہ کی آواز میں ہمت تھی ـــ اُس نے سامنے کی بوتل سائیڈ پر کی۔

"طحٰہ! تم جس کو گالی دیتے رہے... جس کو بدنام سمجھتے رہے... اُس نے تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دیا تھا!"

طحٰہ ہنس دیا ـــ کھوکھلی، زہر بھری ہنسی۔

"سب جھوٹ... سب نے چھوڑا... سب..."

وانیہ نے میز پر ہاتھ مارا ـــ

"بس کرو طحٰہ! سچ سُن لو... اُس نے نہیں چھوڑا ـــ کسی نے تم دونوں کو توڑا ہے ـــ اور اب میں اُس کا نام بھی دوں گی!"

طحٰہ کے ہاتھ کانپ گئے ـــ بوتل اُس کی گرفت سے نکل کر زمین پر لڑھک گئی۔

ایک لمحے کو اُس کی آنکھوں میں شکست سے زیادہ حیرانی تھی ـــ شاید کہیں امید بھی۔

وانیہ اُس کے بالکل قریب جھکی۔۔۔

"اُٹھو طحہٰ! تمہیں اُس دھوکے کا چہرہ دیکھانا ہے۔۔۔جو تمہیں اِس حال تک لے آیا!"

وانیہ نے طحہٰ کو ٹیکسی میں بٹھایا۔۔۔وہ اب بھی نیم بے خود سا بیٹھا تھا، نظریں کھڑکی سے باہر۔۔۔جیسے اپنے اندر کے اندھیرے کو سڑکوں پر بہتا دیکھ رہا ہو۔

وانیہ نے فون نکالا، فیضان کا لوکیشن ٹریس کیا۔۔۔ایک پرانا گودام، شہر کے کنارے۔

طحہٰ نے اُسے شک بھری نظروں سے دیکھا،

"تم مجھے کہاں لے جا رہی ہو وانیہ۔۔۔؟"

وانیہ نے اُس کی طرف دیکھا، سانس روکی پھر مدھم مگر کڑی آواز میں کہا۔۔۔

"وہاں جہاں تمہاری بربادی کی جڑ بیٹھا ہے۔۔۔فیضان! اب وقت ہے اُسے اُس کا حساب دینے کا۔"

گودام کے پاس پہنچ کر وانیہ نے ٹیکسی رکوائی۔ طحہٰ بمشکل دروازہ کھول کر اُترا۔۔۔اُس کے قدم ڈگمگا رہے تھے، مگر وانیہ کا ہاتھ اُس کی کمر پر تھا۔

وہ اُسے لے کر گودام کے اندر گئی۔۔۔اندھیری روشنی، پرانی اینٹوں کی خوشبو۔۔۔اور بیچ میں بیٹھا فیضان، فون پر بات کرتا، سگریٹ سلگاتا۔

وانیہ کی آواز گونجی۔۔۔

"فیضان۔۔۔!"

فیضان نے چونک کر دیکھا۔۔۔وانیہ کو دیکھ کر اُس کے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ اُبھر آئی، لیکن جب اُس نے طحہٰ کو اُس کے پیچھے دیکھا تو رنگ اُڑ گیا۔

"یہ کیا ڈرامہ ہے وانیہ۔۔۔؟"

وانیہ نے ایک زوردار قہقہہ مارا۔۔۔

"ڈرامہ؟ تمہاری زندگی کا ڈرامہ ختم ہونے والا ہے فیضان! جس سچ پر تم نے طحہٰ کو توڑا، ماریہ کو رولایا، اور دعا کے ساتھ مل کر سارا کھیل کھیلا—آج وہ سب طحہٰ کے سامنے ہے!"

طحہٰ کی نظریں فیضان پر جمی تھیں—جیسے برسوں کا زہر ایک پل میں آنکھوں میں اُتر آیا ہو۔

"یہ سب... یہ سب تمہارا کیا دھرا تھا فیضان...؟"

فیضان ہنسنے لگا—اُس کی ہنسی میں گھبراہٹ چھپی تھی۔

"طحہٰ بھائی! تم بھی نا... اتنے سیدھے ہو کہ کوئی بھی تمہیں بیوقوف بنا سکتا ہے—ہاں! میں نے ہی تمہارے کان بھرے تھے، میں نے ہی دعا کو اُکسایا تھا—سب کچھ!"

وانیہ کی آنکھوں میں چنگاریاں تھیں—

"اور آج تمہاری زبان نے جو اُگلا ہے نا—بس یہی کافی ہے سب کچھ پلٹنے کو!"

طحہٰ کے قدم کانپنے لگے—اُس نے وانیہ کی طرف دیکھا، اُس کی آنکھوں میں ایک نیا طحہٰ پیدا ہو رہا تھا۔

فیضان اب ہراساں تھا، اُس کی آواز بند ہو چکی تھی—

اور وانیہ کی جیت اُس کے چہرے پر لکھی تھی۔

طحہٰ کا دل دھڑک نہیں رہا تھا—وہ تو بس جل رہا تھا۔ اُس کے ہاتھوں کی رگیں تن گئی تھیں، مٹھی میں دبا فیضان کا گریبان پسینے سے بھیگ چکا تھا۔ فیضان کی کراہیں بھی اُس کے اندر کی آگ کو ٹھنڈا نہ کر سکیں۔ طحہٰ کی آنکھیں خون کی طرح لال تھیں—اُسے فیضان کی سانسوں کا بند ہونا سنائی دے رہا تھا، مگر اُسے رحم نہ آ رہا تھا۔

"تُو نے میری محبت کو برباد کیا؟ تُو نے ماریہ کو میری نظر میں گرا دیا؟ تُو نے مجھے آوارہ بنایا، مجھے خود سے دور کر دیا—اب بتا! اب کیا بچا تیرے پاس؟"

فیضان کی سانس پھنس گئی۔ اُس کے لب کپکپائے، پر آواز نہ نکلی۔ طحہٰ نے اُسے دیوار سے دے مارا—ایک گہری ہانپتی ہوئی چیخ نکلی۔ وانیہ نے پیچھے سے طحہٰ کو پکڑنا چاہا—مگر طحہٰ کی آنکھوں میں جنون ناچ رہا تھا۔

"تو سمجھتا ہے تُو کھیل کھیلے گا، میں ہار جاؤں گا؟ نہیں! تو اپنی ہی چال میں پھنسے گا فیضان—یہ میرا وعدہ ہے، اور تیرا انجام بھی!"

ایک آخری دھکا—فیضان زمین پر گرا تو طحہٰ کی سانسیں بھی بھاری ہو گئیں۔ وہ اُس کے قریب جھکا، زہریلی سرگوشی اُس کے کان میں چھوڑ دی "تیری موت میرے ہاتھوں نہیں، میرے رب کے ہاتھوں لکھی ہے—اور وہ تجھے ایسے مارے گا کہ سانس بھی مانگے گا تو ملے گی نہیں!"۔۔۔۔۔۔۔

"یہ ختم نہیں ہوا وانیہ... میں جانتا ہوں—اس گندے کھیل کا ایک اور پتّا ابھی باقی ہے۔"

وانیہ کی پلکیں لرز گئیں۔ اُس نے آنکھیں چرا کر کچھ سوچا—پھر ہلکے سے مسکرا دی، جیسے کوئی اور راز اُس کے ہونٹوں سے پھسلنے کو تیار ہو، لیکن ابھی نہیں۔

فیضان کے ہونٹوں پر خون کی لکیر تھی—اُس نے کروٹ لی، دھیرے سے آنکھیں کھولیں...

"تم لوگ جیتے نہیں ہو طحہٰ!... ابھی تمہیں ایک اور دھوکہ ملے گا... بہت جلد..."

طحہٰ کی آنکھوں میں ایک نئی چنگاری تھی—اور وانیہ کی خاموش مسکراہٹ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

باہر کہیں دور اذان کی آواز گونجی—اندر طحہٰ کی سانسیں، وانیہ کی خاموشی اور فیضان کی آخری سرگوشی—سب ایک نئے طوفان کا وعدہ کر رہے تھے۔۔۔۔۔

اختتامِ قسط

IG@AESTHETICNOVELS.ONLINE

قسط نمبر 9

وانیہ فیضان کو وہیں چھوڑ کر طحہٰ کو لے کر باہر نکلتی ہے—سڑک پر ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے مگر طحہٰ کے اندر آگ بھڑک رہی ہے۔ وانیہ کی آنکھوں میں ایک نئی سنجیدگی ہے—اب وہ طحہٰ کو سیدھا اُس سچ تک لے جانے والی ہے جس سے سب کا کھیل پلٹ جائے گا۔

راستے میں وانیہ دھیرے سے طحہٰ کو بتاتی ہے کہ یہ سب فیضان نے اکیلا نہیں کیا تھا... اس کے پیچھے کسی کا ہاتھ ہے... کسی کا جو اب تک چھپا رہا...

طحہٰ کے قدم رک جاتے ہیں—وہ وانیہ کو گھور کر دیکھتا ہے، "کون؟" وانیہ کی مسکراہٹ گہری ہو جاتی ہے، "ابھی نہیں طحہٰ!... بس اتنا سمجھ لو تمہارا دل ایک بار پھر ٹوٹنے والا ہے—لیکن اس بار جو ٹوٹے گا، وہ کوئی اور بھی ہو گا!"

طحہٰ کا دماغ گھوم جاتا ہے۔ پیچھے سڑک پر پولیس کا سائرن سنائی دیتا ہے—فیضان کی آخری حرکتیں سب کو الجھا چکی ہیں۔

وانیہ طحہٰ کی کلائی پکڑ کر اُسے کھینچتی ہے—"چلو، اب ہمیں وہاں جانا ہے جہاں سے سب شروع ہوا تھا..."

اور وہ دونوں اندھیرے میں گم ہو جاتے ہیں—پیچھے فیضان کا زخم، ماریہ کی خاموشی، دعا کی پردہ داری... سب ایک نئی کہانی کی کڑی بننے لگتے ہیں۔

وانیہ نے طحہٰ کو سیدھا اُس فلیٹ پر لے جا کر بٹھایا، جہاں فیضان چھپتا تھا۔ طحہٰ کی آنکھوں میں اب بھی شک تھا، مگر وانیہ کی باتوں نے اُس کا دماغ ہلا دیا تھا۔

وانیہ نے جیب سے فیضان کا موبائل نکالا—جسے جاتے جاتے وہ چھین لائی تھی۔

"یہ دیکھو۔"اُس نے موبائل طحہٰ کے آگے رکھا۔

اسکرین پر دعا کی آواز میں ایک وائس میمو چلتا ہے:

"فیضان! دھیان رکھنا... طحہٰ کو شک نہیں ہونا چاہیے... ماریہ کو ٹوٹا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں میں! اُس نے میری محبت چھینی تھی... اب اُس کی دنیا اجاڑنی ہے..."

طحہٰ کا دل جیسے کسی نے نچوڑ دیا—وہ کرسی سے اٹھ کر پیچھے ہٹتا ہے۔

"یہ... یہ دعا کی آواز ہے؟"اُس کا لہجہ کانپ رہا تھا۔

وانیہ کی آنکھوں میں اب نفرت جھلک رہی تھی۔

"ہاں طحہٰ... تمہیں لگتا تھا سب فیضان نے کیا؟ فیضان تو بس مہرہ تھا... سارا کھیل دعا نے کھیلا۔ اُس نے ہی ماریہ کی زندگی برباد کی، اُس نے ہی تمہیں برباد کیا..."

طحہٰ نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا—

اسے دعا کی وہ میٹھی میٹھی باتیں یاد آئیں، وہ آنسو، وہ ہمدردی... سب جھوٹ تھا!

وہ بے اختیار کرسی کو لات مار کر دروازے تک آیا—سانسیں اُلجھ گئی تھیں۔

"مجھے اُس سے بات کرنی ہے... مجھے اُس سے جواب چاہیے!"

وانیہ نے اُس کا بازو پکڑ لیا،

"نہیں طحہٰ—اب تم دعا سے نہیں، اُس کے انجام سے ملو گے... ابھی کھیل ختم نہیں ہوا...!"☆☆☆☆☆

وہ رات کی سرد ہوا میں سانس لیتا ہوا، غصے سے بھرا ہوا، سیدھا دعا کے گھر کے باہر کھڑا تھا۔ وانیہ نے اُسے روکنے کی بہت کوشش کی تھی، مگر طحہٰ کا ضبط اب جواب دے چکا تھا۔

اسے اب کوئی سازش، کوئی جھوٹ، کوئی فریب روک نہیں سکتا تھا۔

گھر کا دروازہ اُس نے درشت ہاتھ سے کھولا — دعا کمرے میں بیٹھ کر کسی سے فون پر مسکرا کر بات کر رہی تھی۔

طحہٰ کی موجودگی نے اُس کے چہرے کی ہنسی نوچ لی — فون ہاتھ سے پھسل کر بستر پر گرا۔

دعا کی آنکھوں میں ایک پل کو خوف آیا، پھر وہ جلدی سے سنبھل گئی۔

"طحہٰ بھائی؟ اس وقت؟ سب ٹھیک تو ہے؟" اُس نے مصنوعی نرمی سے پوچھا، مگر طحہٰ کے چہرے کی سرخی نے اُسے بتادیا کہ کچھ بھی ٹھیک نہیں۔

طحہٰ نے ایک قدم آگے بڑھا کر اُس کے سامنے میز پر فیضان کا موبائل رکھا — اسکرین پر دعا کی اپنی ریکارڈنگ چل رہی تھی

"اُس نے میری محبت چھینی تھی... اُس کی دنیا اجاڑنی ہے..."

دعا کی سانس اندر ہی کہیں اٹک گئی — اُس نے نظریں چرائیں، لفظ ڈھونڈنے کی کوشش کی، مگر طحہٰ کی آنکھوں میں اب صرف نفرت جل رہی تھی۔

"کیوں کیا یہ سب؟" اُس کا لہجہ رُکا نہیں — وہ چلایا نہیں، بس زہر اگلا۔

"کیوں؟ بتا دعا! محبت تھی یہ؟ یا انتقام؟"

دعا نے کچھ کہنا چاہا، مگر زبان جیسے پتھر ہو گئی تھی — اُس کی آنکھوں میں پچھتاوا نہیں، ڈر نہیں — بس وہی اَنا!

طحہٰ نے اُس کے قریب جا کر سرگوشی کی طرح کہا "جو آگ تم نے جلائی ہے، اب اُسی میں جلنا پڑے گا...!"

دعا کی آنکھوں میں اب ہار کا عکس اُتر آیا — مگر کھیل ابھی ختم کہاں تھا؟

طحہٰ نے ایک آخری نظر اُس پر ڈالی — اور دروازہ زور سے بند کر کے نکل گیا... اُس کا دل اب کسی معافی کا نہیں، کسی نرمی کا نہیں — اب صرف بدلہ باقی تھا!---------☆☆☆☆

طحہٰ نے جب مسجد کا دروازہ پار کیا تو اُس کے قدم کانپ رہے تھے۔

دل میں ایک ایک منظر، ایک ایک گناہ چیخ چیخ کر اُسے اُس کی بربادی یاد دلا رہے تھے —

وہ راتیں جو اُس نے بے نام چہروں کے ساتھ گزاری تھیں، وہ لمحے جو حرام لذتوں میں ڈوب کر گنوائے تھے...

اُس کی رگ رگ میں پچھتاوا گھل چکا تھا۔

وہ خاموشی سے وضو کرنے بیٹھا تو اُس کے ہاتھ بھیگتے پانی کے ساتھ تھر تھرا رہے تھے—

آج وہ ہاتھ جو نجانے کتنے گناہوں کے گواہ تھے، اب اللہ کے حضور اُٹھنے والے تھے۔

سجدے میں سر رکھا تو پہلی ہچکی زخم کی طرح اُس کے سینے سے نکلی—

"یا اللہ! میں بہت بڑا گناہ گار ہوں... میں نے اپنی ماریہ کو بھی توڑا، اپنے آپ کو بھی برباد کیا...

میں نے اُس کی محبت کو بدگمانی کی آگ میں جلا دیا...

پروردگار! میں نے اپنی راتیں گندگی میں برباد کر دیں...

اے رب! میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں... میری توبہ قبول کر لے!"

اُس کی آواز ٹوٹتی جا رہی تھی—

آنسو جانماز کو بھگوتے جا رہے تھے۔

"مولا! اب مجھے ہمت دے... اُس ماریہ کا سامنا کرنے کی ہمت...

اُس کے قدموں میں جا کر گرنے کی طاقت...

میری انا ختم کر دے، یا اللہ...

میں اب تیرے سوا کسی در پر نہیں جھکوں گا...

صرف اُسی کا ہو کر رہنا چاہتا ہوں...

مجھے حلال لوٹا دے، میرے مالک!"

طحہٰ کی آنکھوں کے سامنے اُس کی ساری awargi ایک فلم کی طرح چل رہی تھی—

وہ لڑکیاں، وہ کلب، وہ آوارہ راتیں—

وہ ہر منظر میں خود کو ذلیل ہوتا دیکھ رہا تھا—

اب اُسے کچھ نہیں چاہیے تھا، بس ماریہ کی معافی... اور اپنے رب کا کرم۔

وہ رات اللہ کے سامنے روتے، گر گڑاتے، اپنی بربادی اُگلتے گزری—

اور دل کی زمین پر پہلی بار توبہ کی روشنی اُتری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔☆☆☆☆

وَانیہ اُس رات پوری رات سونہ سکی تھی۔ طحہٰ کی ٹوٹی ہوئی حالت، فیضان کی بربادی، اور سب سے بڑھ کر دعا کا چھپا ہوا کھیل—

سب اُس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔

صبح ہوتے ہی اُس نے فیصلہ کر لیا تھا—اب زاویان کو اندھیرے میں نہیں رکھا جا سکتا۔

وہ سیدھی زاویان کے گھر پہنچی۔ دروازے پر اُس کے چہرے کی سنجیدگی دیکھ کر زاویان بھی چونک گیا۔

"کیا ہوا وانیہ؟ سب خیریت ہے؟" اُس نے کمرے میں جگہ دیتے ہوئے پوچھا۔

وَانیہ نے سانس بھری، ہونٹ کانپے—

"زاویان... مجھے تم سے ایک بہت بڑی بات کرنی ہے۔"

زاویان کی پیشانی پر شکنیں اُبھر آئیں۔

"ایسی کیا بات ہے جو تم رات بھر روتی رہیں؟"

وَانیہ نے اُس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ سب کچھ کہنا شروع کیا—

کہ کیسے دعا اور فیضان ملے ہوئے تھے... کیسے اُنہوں نے ماریہ اور طحہٰ کے درمیان زہر گھولا...

کیسے سب کچھ جھوٹا تھا—وہ پیغامات، وہ تصویریں، وہ سازشیں—سب!

زاویان کی آنکھیں پھیلتی گئیں، دل جیسے بند مٹھی کی طرح بھینچ گیا—

"کیا کہہ رہی ہو تم؟ دعا... دعا نے؟"

اُس کا لہجہ کانپ گیا۔

وَانیہ نے ہاں میں سر ہلایا، اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے—

"ہاں زاویان... تم جس سچ کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے، وہ سچ یہ تھا۔

دعا نے ماریہ کو طحہٰ سے دور کیا—وہ شرط نہیں تھی وہ اسکا عشق تھی—

دعا نے سب کچھ اپنی انا کی آگ میں جلایا۔"

زاویان کی مٹھیاں سخت ہو گئیں—

اُسے لگا جیسے زمین اُس کے قدموں تلے سے نکل گئی ہو۔

"یہ... سب کیسے ہو سکتا ہے وانیہ؟"

وَانیہ نے آہستہ سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا—

"یہی حقیقت ہے زاویان... اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔"

زاویان کی نظریں کہیں خلا میں گم تھیں—

آج اُس کے سامنے ہر پردہ اُٹھ چکا تھا۔

اب صرف ایک سوال باقی تھا—

یہ سچ ماریہ تک کیسے پہنچانا ہے؟ اور طحہٰ تک کیسے؟---------☆☆☆☆

وہ رات شاید طحہٰ کی زندگی کی سب سے طویل رات تھی۔

زاویان جب اُس کے سامنے پہنچا تو طحہٰ کی نظریں شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں، ہونٹ خشک تھے، آواز کہیں گم ہو گئی تھی۔

زاویان نے اُسے بغور دیکھا—وہی طحہٰ جو کبھی سب کا مان تھا، آج اپنی ہی انا کی راکھ میں ڈوبا، بکھرا ہوا، ہارا ہوا۔

کچھ لمحے خاموشی میں گزرے—پھر طحہٰ نے لڑکھڑاتی سانس لی، آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"زاویان... میں... میں معافی کے لائق نہیں... میں نے سب برباد کر دیا... میں نے ماریہ کو بھی کھو دیا، تمہیں بھی تکلیف دی... میری آوارگیاں... میرا غرور... سب کچھ لے ڈوبا..."

زاویان کا دل کانپ گیا۔ اُس نے آگے بڑھ کر طحہٰ کا کندھا پکڑا۔

"بس کر طحہٰ... تونے جو کیا وہ غلط تھا— مگر اب یہ ندامت ہی تیرا اصل کفارہ ہے۔ اب ہم مل کر ہی سب ٹھیک کریں گے۔"

طحہٰ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"زاویان... اگر تم میرا ساتھ دو تو شاید میں ماریہ کا سامنا کر سکوں... اللہ سے تو معافی مانگ لی ہے، پر اُس کے آگے کیسے جاؤں؟"

زاویان نے اُس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا—

"ہم دونوں جائیں گے۔ پر پہلے جو اس کھیل کو کھیل رہے ہیں اُنہیں ختم کرنا ہوگا۔ دعا اور فیضان کو اب ان کے انجام تک پہنچانا ہے۔"

طحہٰ نے سر ہلایا، جیسے اُس کی ٹوٹی ہمت پھر سے جڑنے لگی ہو۔

اُس کی آنکھوں میں پہلی بار روشنی اُتری—

"جو بھی کرنا پڑا... اب میں پیچھے نہیں ہٹوں گا!"

زاویان نے اُس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا—

یہ ہاتھ اب اُس کے گناہوں کا نہیں، اُس کی توبہ اور اُس کی جنگ کا گواہ تھا۔۔۔۔۔۔☆☆☆☆

شام ڈھل رہی تھی۔ اندھیری گلی میں فیضان دیوار سے ٹیک لگا کر سگریٹ سلگائے کھڑا تھا—

اُسے خبر ہی نہیں تھی کہ اُس کے کھیل کا آخری باب اُس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہے۔

دور سے قدموں کی چاپ آئی—

طحہٰ اور زاویان... دونوں اُس طرف آرہے تھے جہاں فیضان اپنے زہر کو فتح سمجھ کر کھڑا تھا۔

دعا بھی اُدھر ہی آرہی تھی—وہ اب بھی اپنی انا میں ڈوبی، خود کو سب سے اوپر سمجھتی تھی۔

جیسے ہی زاویان اور طحہٰ فیضان کے قریب پہنچے، طحہٰ نے ایک پل کو اُسے دیکھا—

وہی فیضان جس نے اُسے تباہ کر کے رکھ دیا تھا، جس کی سازش نے اُس کے سب رشتے توڑ ڈالے تھے۔

طحہٰ کی مٹھی بھینچ گئی—غصے کی آگ آنکھوں میں دہک اُٹھی۔

زاویان نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روکا—

"نہیں طحہٰ—آج صرف ہاتھ نہیں اُٹھے گا۔ آج سچ کا وار ہو گا۔"

اُسی لمحے دعا سامنے آئی—چہرے پر عجیب سی ہنسی، جیسے ابھی بھی اُسے یقین تھا کہ کوئی اُسے پکڑ نہیں سکتا۔

مگر زاویان نے اُسے ایک جھٹکے سے گھورا—

"سب ختم ہو چکا دعا! تیری سازش، تیرا غرور—سب۔"

طحہٰ نے فیضان کی کالر پکڑ کر اُسے دیوار سے ٹکرا دیا—

"تو نے میرا سب کچھ لوٹا فیضان! میری محبت، میرا مان—سب۔"

فیضان کے پاس اب کچھ نہیں بچا تھا۔ وہ ٹوٹے لہجے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ پیچھے سے پولیس کی گاڑی آ کر رکی—

زویان نے ایک فائل نکالی—وہ سب ثبوت جو وانیہ نے اکٹھے کیے تھے۔

"یہ کھیل اب قانون ختم کرے گا—تم دونوں کو اپنی سچائی کا سامنا جیل میں کرنا ہو گا!"

دعا کی آنکھوں میں پہلی بار خوف اُترا—اُس نے طحہٰ کو دیکھنے کی کوشش کی مگر طحہٰ کی نظریں اُس سے اوپر کہیں اللہ کی طرف تھیں—

اُس کے لبوں پر ایک ہی دعا تھی: یا اللہ! اب مجھے میری ماریہ تک لے جا...

فیضان اور دعا دونوں ہتھکڑیوں میں جکڑے جا چکے تھے—

ایک سازش، ایک جھوٹ—اب سب کے سامنے رسوا ہو چکے تھے۔

ان کی انا، ان کا غرور... سڑک پر بکھر چکا تھا۔

طحہٰ اور زویان نے ایک دوسرے کو دیکھا—

یہ ایک اختتام تھا... اور ایک نئی شروعات بھی۔۔

قسط نمبر 10

رات کا وقت تھا۔ طحہٰ کا دل بار بار دہک رہا تھا، جیسے سینے میں کسی نے دہکتا انگار رکھ دیا ہو۔

وہ اُس دروازے کے سامنے کھڑا تھا—جہاں کبھی اُس کی محبت رہتی تھی، جہاں سے اُس کی بربادی شروع ہوئی تھی... اور جہاں سے اب اُس کی معافی کی شروعات ہونے والی تھی۔

دروازے پر دستک دینے کو اُس کے ہاتھ کانپے—

دل چاہا پلٹ جائے، بھاگ جائے... مگر اُس نے آنکھیں بند کیں، ایک بار پھر سر جھکا کر اللہ کو یاد کیا۔

"یا اللہ... بس اب تُو ہی آسانی کر دے۔"

دروازہ کھلا—ماریہ سامنے تھی۔

وہ اُسے دیکھ کر ٹھٹک گئی—آنکھوں میں کئی مہینوں کی تھکن تھی، چہرے پر وہ خاموشی جو سب کہہ جاتی ہے۔

طحہٰ کا دل بیٹھ گیا—جیسے پورا وجود لرز گیا ہو۔

اُس نے نظر اُٹھا کر ماریہ کو دیکھا—اور پھر وہ نظر جھک گئی۔

"ماریہ..." اُس کی آواز نمی سے بھیگ گئی۔

"میں جانتا ہوں... میں تمہارا کیا بگاڑ بیٹھا... لیکن خدا کی قسم، میں بکھر گیا ہوں... میں ٹوٹ گیا ہوں۔"

ماریہ خاموش تھی—اُس کے لبوں پر کوئی حرف نہیں آیا۔ بس آنکھوں میں وہ سب سوال تھے جن کا جواب شاید طحہٰ کے پاس بھی نہیں تھا۔

طحہٰ نے قدم آگے بڑھا کر اُس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے—

"مجھے معاف کر دو... میں گنہگار ہوں... تمہاری محبت کا، تمہارے یقین کا قاتل... میں جانتا ہوں!

لیکن ایک بار... ایک بار اپنے دل کی عدالت مجھے سنا دو۔"

اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک کر ہاتھوں پر گرے—

"مجھے تو اب اللہ بھی وہی دعا سناتا ہے... جو میں نے تمہارے لیے مانگی تھی۔"

ماریہ کی پلکیں بھیگ گئیں—وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، پر لب کانپ کر رہ گئے۔

خاموشی دونوں کے بیچ رکھی تھی—ایک طرف معافی تھی، دوسری طرف ٹوٹا بھروسہ۔

پر اُس رات... کہیں نہ کہیں... ایک امید نے دوبارہ جنم لیا تھا۔

طحہٰ کے لفظ ختم ہوئے تو کمرے میں بس سانسوں کی نمی رہ گئی—

اُس کے ہاتھ جوڑے تھے، نظریں جھکی تھیں، دل جیسے دہلیز پر رکھ دیا تھا۔

ماریہ کی پلکیں لرزیں—دل کے اندر کئی مہینوں کا لاوا اُبل رہا تھا۔

وہ آہستہ سے اُس کے قریب آئی—اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

ایک لمحہ... جیسے صدیوں جتنا لمبا تھا۔

پھر اُس نے گہری سانس لی، اور آواز اُسی نمی میں ڈوبی ہوئی تھی "معافی...؟"

اُس نے آہستگی سے دہرایا—

"طحہٰ... تمہیں پتا ہے معافی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ جہاں بھروسہ مرتا نہیں۔

اور تم نے میرا بھروسہ مار دیا تھا—میری محبت کا جنازہ اپنے ہاتھوں سے نکالا تھا تم نے"!

طحہٰ کی آنکھیں بھیگ گئیں—وہ کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر ماریہ نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے روک دیا۔

"میں کمزور نہیں ہوں... جو دوبارہ وہیں سے شروع کر دوں جہاں تم نے ختم کیا تھا۔

میں دعا نہیں ہوں طحہٰ... میں وہ ماریہ ہوں جس نے خود کو رو رو کر زندہ رکھا ہے۔

اور آج میں تمہیں معاف تو کر سکتی ہوں... لیکن بھروسہ؟"

اُس نے ہلکی سی مسکراہٹ میں اپنی آنکھوں کے آنسو چھپائے—

"بھروسہ دوبارہ کبھی زندہ نہیں ہوتا طحہٰ... وہ بس قبر بن کر دل میں رہتا ہے۔

تم نے مجھ سے میرا یقین چھینا ہے... اب معافی لے لو—لیکن وہ یقین کبھی نہیں ملے گا"!

وہ بول کر پلٹی—طحہٰ کے آنسو اُس کے قدموں میں ٹپک گئے۔

لیکن ماریہ کے قدم اب تھمے نہیں—وہ اپنی ٹوٹی دیواروں کو پھر سے اونچا کرتے نکل گئی تھی۔

اور طحہٰ... وہ بس دروازے پر ٹوٹا، بکھرا... اپنی بخشش کو اپنی ہی غلطیوں میں دفن ہوتے دیکھتا رہ گیا۔☆☆☆☆---

ماریہ کے لفظ اُس کے دل میں تیر بن کر اُترے—

اُس کے قدم لڑکھڑائے، آنکھیں اندھیری ہو گئیں۔

دروازہ بند ہوا تو طحہٰ دیوار سے ٹک گیا—جیسے اُس کے اندر کا سارا غرور مٹی ہو کر گر گیا ہو۔

اُس نے اپنے آنسو چھپانے کی کوشش نہ کی—

اُسے احساس ہوا کہ مرد بھی رو سکتا ہے، جب اُس کا ضمیر اُسے نوچ لے۔

اُس رات طحہٰ سیدھا مسجد گیا—

اندھیری مسجد، خاموش محراب—اور اُس کا کانپتا وجود۔

وہ سجدے میں گرا—پیشانی زمین سے لگی تو اُس کی ہچکی بندھ گئی۔

"یا اللہ... یا رب!...

میری آوارگی کی معافی دے دے—میں نے تیری رحمت کو ٹھکرا دیا تھا،

اُن لمحوں کے لیے جن کا کوئی مول نہ تھا۔

میں نے اُس لڑکی کا دل توڑا جو میرا یقین تھی—

میں نے اُس کی عزت کی دھجیاں اُڑائیں، میں نے اپنی ماں کی دعاؤں کو رسوا کیا"!...

طحہٰ کی آواز خالی مسجد میں گونجتی رہی—

وہ روتا رہا، سسکتا رہا۔

پہلی بار اُس کے لفظوں میں دکھ سے زیادہ ندامت تھی۔

"یا رب!...

چاہے مجھے ماریہ کا دل واپس نہ دے—

بس مجھے اتنی ہمت دے دے کہ میں اُس کے بھروسے کی لاش کو کسی نہ کسی طرح دوبارہ جِلا سکوں۔

مجھے اُس کے سامنے سر اُٹھا کر کھڑے ہونے کے قابل بنا دے"!...

آنکھوں کے آنسو قالین میں جذب ہوتے رہے—

وہ دیر تک روتا رہا—

تکیے کی جگہ زمین تھی، کمبل کی جگہ اللہ کا رحم۔

نہ کوئی سننے والا، نہ کوئی دلاسہ دینے والا—

صرف رب تھا، جو دیکھ رہا تھا کہ اُس کا بندہ آج اپنی سب آوارگی اُگل رہا ہے۔

"یا رب!...

ماریہ کو مجھ سے کوئی امید نہ ہو—

پر تُو مجھ سے اپنی رحمت کی امید نہ چھین"!...

رات بیتتی رہی—

اور طحہٰ کا دل پہلی بار واقعی زندہ ہونے لگا تھا۔۔۔۔۔۔۔☆☆☆☆

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

ماریہ نے چونک کر دروازہ کھولا—وہ سایہ پھر آگیا تھا—بھیگا ہوا، تھکا ہوا، بکھرا ہوا طحہٰ۔

اُس کی آنکھوں میں نمی تھی—جیسے وہ اندر سے خالی ہو چکا ہو۔

ماریہ نے لمحہ بھر کو کچھ نہ کہا۔

صرف دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر اُسے دیکھا—اُس کی خاموشی ہی سوال تھی۔

طحہٰ نے نظر اٹھائی—اُس کی پلکوں پر آنسو جھلک گئے۔

آواز میں ٹوٹا ہوا غرور تھا، جواب بس شرمندگی بن چکا تھا۔

"میں جانتا ہوں میں دوبارہ اِس چوکھٹ پر کھڑا ہونے کے لائق نہیں...پر کچھ سوال، کچھ معافیاں ایسی ہوتی ہیں جو زبان پر آتے ہی انسان کو توڑ دیتی ہیں۔"

ماریہ کی پلکیں لرزیں—اُس کے اندر کا لاوا پھر اُبل پڑا۔

وہ آہستہ سے بولی—

"کیوں آئے ہو طحہٰ؟

میں تو تمہارے لیے ایک شرط تھی نا؟

تو پھر اب یہ سب کیوں؟

کیوں میرے آگے اپنی ساری انا توڑ رہے ہو؟"

طحہٰ کی سانسیں بھاری ہو گئیں—

اُس نے سر جھکا کر قدموں میں نظر جمائی، پھر دھیرے سے بولا—

"ہاں... تم شرط تھیں... لیکن وہ شرط ہی تھی جو میرے اندر کا انسان بچا گئی۔

میں آوارہ تھا، ہوں شاید... پر تمہاری محبت نے مجھے بار بار گناہگار ہونے سے روکا۔

یہ سب جو میں کر رہا ہوں—یہ سب تمہارے لیے نہیں، اپنے رب کے لیے ہے... تاکہ اُس کو منہ دکھا سکوں کہ میں نے اُس کا دیا ہوا یقین لوٹا دیا ہے۔"

ماریہ کی آنکھوں سے بھی آنسو ڈھلکنے لگے—

دروازے کی چوکھٹ پر کھڑے وہ دو بچھڑے لوگ، اپنی بکھری کہانی کو خاموشی میں سمیٹتے رہے۔

بس رات کی ہوا تھی—جو اُن دونوں کے آنسو چپکے سے اپنے دامن میں سمیٹ رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔☆☆☆☆

وہی رات، وہی کمرہ، دروازے پر طحہٰ کی دستک کے بعد جب خاموشی نے سب کچھ ڈھانپ لیا تھا—اُسی خاموشی کو زاویان کی آواز نے چیر دیا۔

"ماریہ"!

اُس نے دروازے کے پاس آ کر آہستہ سے پکارا۔

ماریہ نے پلکیں پونچھ کر اُسے دیکھا—پیچھے وانیہ بھی کھڑی تھی، چہرے پر وہی سنجیدگی جو اُس کی شوخی کو دفن کر چکی تھی۔

زاویان آگے بڑھا، اُس کے ہاتھ میں موبائل تھا—وانیہ نے ماریہ کے قریب آ کر اُس کا ہاتھ تھاما۔

"ماریہ... اب تمہیں سب جان لینا چاہیے۔"

ماریہ کے دل میں خوف اُترا—اُس نے کانپتی آواز میں پوچھا،

"کیا جاننا چاہیے؟ کیا باقی ہے بتانے کو؟"

زاویان نے موبائل کا پاسورڈ کھولا—اُس میں وہ تمام چیٹس، کال ریکارڈنگز، میسجز تھے جو اُس نے اور ونیہ نے چھپ چھپ کر نکالے تھے۔

فیضان کی پلاننگ، دعا کی اصلیت، وہ زہر جو طحہٰ کے کانوں میں اُن دونوں نے گھولا تھا۔

زاویان نے دھیرے سے کہا، "یہ سب تماشا فیضان اور دعا نے مل کر رچایا تھا، ماریہ۔

طحہٰ بے قصور تھا — اُس کے دل میں شک ڈالا گیا، اُس کے سامنے جھوٹے ثبوت رکھے گئے... اور تم... تم بس ایک شرط نہیں تھیں، تم اُس کی دعا تھیں۔"

ماریہ کی پلکوں سے آنسو بہہ نکلے — اُس کی ہتھیلی ونیہ نے مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔

اُس کی روح جیسے چیخ اُٹھی تھی — اُس نے موبائل کی اسکرین پر سب کچھ دیکھتے ہوئے اپنا سر پکڑ لیا۔

"میں نے... میں نے اُسے کتنا بدظن سمجھا... کتنا ٹوٹا وہ"!...

زاویان نے آگے بڑھ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا —

"ماریہ! اب بھی وقت ہے — ابھی بھی سب کچھ ختم نہیں ہوا۔

وہ طحہٰ آج بھی وہی ہے... بس ٹوٹا ہوا، پچھتاتا ہوا — لیکن تمہارا۔"

کمرے کی ہوا میں سب کچھ اُلٹ چکا تھا

ماریہ کا دل، اُس کا یقین، اُس کی خاموشی — سب ایک بار پھر طوفان کی زد میں تھا۔

کمرے میں زاویان اور وانیہ کی سانسوں کی آواز گونج رہی تھی اور ماریہ کی پلکوں سے ٹوٹتے آنسو کسی پرانی قبر کی مٹی کی طرح اُس کے چہرے پر بکھر رہے تھے۔

اُس نے موبائل کی اسکرین کو آخری بار دیکھا — فیضان کا مکروہ چہرہ، دعا کا دھوکہ، سب سامنے تھا۔

مگر اُس کا دل... اُس کا دل ابھی بھی قائل نہ ہو سکا۔

اُس نے نم آنکھوں سے زاویان کی طرف دیکھا —

اور پھر دھیرے سے اپنا ہاتھ وانیہ کی گرفت سے آزاد کرایا۔

"زاویان... وانیہ... تم لوگ ٹھیک کہہ رہے ہو، میں جانتی ہوں۔

یہ سب جھوٹ تھا، سازش تھی، طٰحہٰ بے قصور تھا۔

لیکن..."اُس کی آواز جیسے ریت میں رگڑ کھا گئی—"لیکن میرا دل اب کمزور ہو گیا ہے۔

یہ زخم اتنے پرانے ہیں کہ اب ناسور بن گئے ہیں۔

میں جانتی ہوں وہ ٹوٹ چکا ہے... میں جانتی ہوں وہ پلٹ آیا ہے...

لیکن میں... میں پھر سے کیسے خود کو ٹوٹنے دوں؟"

وہ لرزتی آواز میں بولی—"میں نے اُس پہ اعتبار کر کے خود کو مارا تھا... اب دوبارہ وہی اعتبار؟

نہیں زاویان... نہیں وانیہ... کچھ رشتے معافی مانگنے سے جڑتے ہیں... کچھ صرف یاد بن کر دل میں رہتے ہیں۔

طٰحہٰ... شاید میری دعا تھا، مگر میری حقیقت اب نہیں ہے۔"اُس نے دو قدم پیچھے ہٹ کر دروازے کی طرف دیکھا—آنکھوں میں وہی خالی پن، وہی چپ۔

"کہہ دینا اُس سے... کہ میں نے اُسے معاف کر دیا ہے—پر اُس کا ہونا اب میری زندگی میں ممکن نہیں۔"

زاویان نے ایک پل کو کچھ کہنا چاہا— مگر الفاظ اُسے روک گئے۔

وانیہ نے بس اُسے کندھے سے تھام کر چپ کرا دیا۔

ماریہ نے اپنے زخموں کو پھر سے دل میں دفن کیا—اور دروازے سے باہر نکل گئی۔

دوپہر کی دھوپ نرم سی کھڑکی سے اندر اُتر رہی تھی۔

ماریہ آنگن میں بیٹھی تھی—سامنے وانیہ اور زویان کچھ پودوں میں پانی ڈال رہے تھے۔

ہوا میں ہلکی ہلکی ہنسی بکھری ہوئی تھی۔

زاویان نے نل سے پانی بھر کر وانیہ کی طرف پھینک دیا—وانیہ کی چیخ نکلی

"زاویان! کیا کر رہے ہو؟ یہ دیکھو، سارے کپڑے گیلے کر دیے!"

زاویان نے شرارت سے کندھے اچکائے:

"بھئی پودوں کو بھی پانی چاہیے اور تمہیں بھی تھوڑی ٹھنڈک!"

وانیہ نے غصے میں ہاتھ نچایا—لیکن اُس کے چہرے کی مسکراہٹ چھپ نہ سکی۔

ماریہ دور بیٹھی یہ منظر دیکھ کر ہنس پڑی—اُسے وانیہ کی نظریں چبھ گئیں، جو زاویان پر ٹھہری ہوئی تھیں۔

زاویان نے جب وانیہ کے ہاتھ سے پانی کی بوتل چھینی، تو اُس کے ہاتھ زاویان کی انگلیوں سے ٹکرا گئے—

ایک پل کو وانیہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا، نظریں زمین پر گڑ گئیں۔

زاویان بے نیاز تھا—لیکن ماریہ کی آنکھوں نے سب دیکھ لیا۔

اُس نے ہلکے سے وانیہ کو بلایا

"وانیہ! ذرا ادھر آؤ!"

ونیہ نے چونک کر ماریہ کو دیکھا، پھر شرما کر پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں؟"

ماریہ نے اُس کے کان کے قریب سرگوشی کی،

"یہ زاویان کو پانی پلانا ہے یا دل دینا ہے؟"

وانیہ کی ہنسی بے ساختہ نکل گئی—اُس نے ماریہ کے ہاتھ پر چٹکی کاٹی،

"اوہ ماریہ! کچھ بھی کہتی ہو تم!"

ماریہ نے شرارت سے اُس کی ناک پکڑی،

"سب جانتی ہوں میں—اور دعا کرتی ہوں اس بار دل ٹوٹے نہ کسی کا!"

دونوں کی ہنسی آنگن میں گونج گئی—

کئی دنوں بعد یہ ہنسی زخموں پر مرہم بنی، جیسے زندگی پھر سے مسکرا اُٹھی ہو۔۔۔

رات کا وقت تھا، سب لوگ بیٹھک میں بیٹھے تھے جب ماریہ نے آہستہ سے وانیہ کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے کمرے میں بلایا۔

وانیہ اُس کے پیچھے چلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی تو ماریہ نے دروازہ بند کیا اور سیدھا اُس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"وانیہ... ایک بات پوچھوں؟"

ماریہ کی آواز میں عجیب سامان اور شکوہ چھپا تھا۔

وانیہ نے چونک کر دیکھا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ زبردستی لبوں پر لائی، "پوچھو یار..."

ماریہ کی پلکیں بھیگ گئیں — اُس نے نرم لہجے میں کہا،

"تم نے کبھی زاویان کو بتایا...؟ کہ تم اُسے دل سے چاہتی ہو؟"

وانیہ کی نظریں نیچے جھک گئیں، وہ دھیرے سے بولی، "نہیں یار... کبھی نہیں... میں ڈرتی رہی...

مجھے لگا کہیں وہ... کہیں تمہیں برا نہ لگے..."

ماریہ کی آنکھوں میں کئی سوال ایک پل کو ٹھہر گئے — پھر اُس نے وانیہ کا ہاتھ تھاما، اُسے اپنے قریب کیا،

"بچپن کی محبت چھپانے سے کبھی چھپتی نہیں وانیہ... تمہارے دل کی چاہت صاف نظر آتی ہے۔"

اُسی وقت ماریہ نے فیصلہ کر لیا — وہ باہر آئی تو زاویان سامنے ہی بیٹھا تھا، کسی سوچ میں گم۔

ماریہ اُس کے پاس پہنچی — دل بھاری تھا، مگر زبان مضبوط۔

"زاویان... مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

زاویان نے چونک کر اُسے دیکھا — ماریہ نے ہلکی سی مسکراہٹ میں سب کہا،

"زاویان... وانیہ تم سے محبت کرتی ہے۔

شاید تمہیں کبھی سمجھ نہ آئی — پر اُس کی آنکھوں میں میں نے ہمیشہ تمہارا نام پڑھا ہے۔"

زاویان کا دل جیسے رک سا گیا — اُس کے لیے یہ سب سننا آسان نہ تھا۔

اُس کے دل میں جو ماریہ کا مان تھا، ایک پل کو اسکا دل چیخا — مگر اُسی لمحے اُس نے آنکھیں بند کر کے خود کو سمجھایا۔

زاویان کا چہرہ جیسے پل میں ساکت ہو گیا — آنکھوں میں کوئی خواب بجھتے بجھتے، پھر کہیں کسی اور کنارے جل اُٹھے۔

اُس نے نظریں جھکائیں، اور کچھ نہیں بولا—بس اُس کے دل کی دیوار میں اک خاموش دراڑ اُتر گئی۔

ماریہ نے پلٹ کر وانیہ کی طرف دیکھا—اُس کی آنکھوں میں دعا تھی، کوئی اَن کہی امید۔۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

اختتامِ قسط

قسط نمبر 11

رات کے دوسرے پہر کا وقت تھا۔ پورا گھر خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا، لیکن زاویان کا دل بے سکون تھا—جیسے کسی انجانی بے قراری نے اُس کے سینے میں ڈیرے ڈال رکھے ہوں۔ اُس نے نماز کا وضو کیا، اور تنہائی میں جائے نماز بچھالی۔ ہر سجدے میں اُس کا دل تڑپ رہا تھا، ہر دُعا میں ایک ہی نام تھا—ماریہ۔

سجدے کے بعد وہ دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ آنکھیں بند تھیں، لیکن اندر ایک جنگ جاری تھی۔ پھر اچانک دروازہ بجا۔ زاویان نے دروازہ کھولا تو سامنے ماریہ کھڑی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں چادر تھی، چہرے پر سکون، اور آنکھوں میں وہ روشنی جو کسی بڑی قربانی کے بعد آتی ہے۔

"نماز پڑھ لی تم نے؟" ماریہ نے نرمی سے پوچھا۔

"ہاں..." زاویان کی آواز میں تھکن تھی، "پر دل ابھی خالی سا ہے۔"

ماریہ آگے بڑھی، اور کمرے کے اندر آگئی۔ اُس نے کرسی کھینچی اور زاویان کے قریب بیٹھ گئی۔ لمحے بھر کی خاموشی کے بعد اُس نے کہا،

" کبھی کبھی... محبت کسی کے نصیب کا حصہ نہیں بنتی، چاہے وہ کتنی بھی پاکیزہ ہو۔"

زاویان نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ "ماریہ..."

"سنو،" وہ نرمی سے بولی، "جو تم میرے لیے محسوس کرتے ہو، وہ میں سمجھتی ہوں۔ ہر لمحے میں، ہر نظر میں۔ مگر میں نے خدا سے ہمیشہ ایک ہی دعا مانگی — کہ جو میرا نصیب ہے، وہی میرے دل کو سکون دے۔"

زاویان کی آنکھوں میں نمی تھی، لب خاموش، دل پکار رہا تھا۔

"تمہارا نصیب وانیہ ہے، زاویان۔ اور وہ تم سے سچی محبت کرتی ہے۔ اُس کی آنکھوں میں وہ یقین ہے، جو برسوں کی تنہائی کے بعد ملتا ہے۔"

زاویان کی آنکھ سے ایک آنسو ٹپکا، جو سیدھا جائے نماز پر گرا۔ اُس نے سر جھکا لیا۔

"تو کیا یہ میرا امتحان تھا؟" اُس نے شکستہ لہجے میں پوچھا۔

ماریہ نے مسکرا کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ تمہارا انتخاب تھا۔ اور اب وقت ہے کہ تم اپنی تقدیر کو سینے سے لگا لو — اور اُس محبت کو آزاد کر دو، جس نے تمہیں صرف قربانی سکھائی۔"

زاویان نے آہستہ سے آنکھیں بند کیں، اور دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔

"اے پروردگار... تو نے جو دیا، میں نے وہ بھی دل سے قبول کیا... اور جو لیا، اُسے بھی تیرے نام پر قربان کرتا ہوں۔"

اُس رات زاویان نے پہلی بار سکون سے دُعا مانگی تھی — بغیر کسی تمنا، بغیر کسی شکایت کے۔ ☆☆☆☆☆ ۔۔

اگلی صبح کی روشنی نرم تھی — جیسے رات کی ساری اداسی سورج کی پہلی کرن میں گھل کر مٹ گئی ہو۔

زاویان آنگن میں تنہا بیٹھا تھا—ایک ہاتھ میں کافی کا کپ، اور نگاہیں آسمان کی وسعتوں میں گم۔ وانیہ اُس کے پیچھے خاموشی سے آئی—اُس نے کچھ نہ کہا، بس کرسی کھینچ کر زاویان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

لمحے بھر کی خاموشی کے بعد زاویان نے دھیرے سے کہا،

"وانیہ... تم نے کبھی کچھ کہا نہیں... لیکن تمہاری آنکھیں سب کچھ کہہ گئی تھیں۔"

وانیہ کا دل ایک لمحے کو رک سا گیا—اُس نے نظریں جھکا لیں، جیسے ساری باتوں کا وزن دل میں سمیٹ لیا ہو۔

زاویان نے اُس کی طرف دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی—

"میں شاید اندھا تھا... یا بزدل... یا پھر کسی اور جذبے میں الجھا ہوا۔ لیکن اب... سب کچھ صاف ہو چکا ہے۔"

وہ آہستہ سے کھڑا ہوا—اور وانیہ کے سامنے ایک گھٹنے پر بیٹھ گیا۔ وانیہ کی سانسیں جیسے بند ہونے لگیں۔

"وانیہ... کیا تم وہ لڑکی بنو گی، جس کے ساتھ میں اپنا ہر درد بانٹ سکوں؟ جو میری خاموشیوں میں بھی میرے لفظ سمجھ سکے؟ جو صرف میری نہیں، میرے دل کی ساتھی ہو؟"

وانیہ کے ہونٹ کپکپائے—آنکھیں بھیگ گئیں۔ زاویان نے ہاتھ آگے بڑھایا—

"میری زندگی میں محبت ایک بار آئی تھی... پر وہ دعا بن گئی۔ اور اب، شاید میری دعا کا جواب تم ہو۔ کیا تم میرا بنو گی؟"

وانیہ کی پلکوں سے آنسو ڈھلک گئے—اُس نے ہاں میں سر ہلایا، اور زاویان کے ہاتھ تھام لیے۔ آنگن کی فضا میں ہلکی ہوا چلی—جیسے درختوں نے بھی یہ نرمی محسوس کی ہو۔۔۔☆☆☆☆☆

اسی شام جب سورج اپنے سنہری رنگ بکھیرتے ہوئے آسمان سے رخصت ہو رہا تھا، ماریہ نے ایک فیصلہ کن قدم اٹھایا۔ اُس نے سب گھر والوں کو لاؤنج میں اکٹھا کیا۔ کمرے کی فضا میں ایک عجیب سی خاموشی تھی، جیسے ہوا بھی رُک کر سننا چاہتی ہو کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ ماریہ کے چہرے پر سکون کی ایک ایسی روشنی تھی جو صرف تب آتی ہے جب کوئی دل سے قربانی دے چکا ہو—جب آنکھیں روتے روتے خشک ہو چکی ہوں اور دل وہ سب کچھ سہہ کر بھی ہلکا محسوس کرے جو کبھی بوجھ لگتا تھا۔

وہ سب کے درمیان کھڑی ہوئی، اُس کی نظریں ہر چہرے پر ٹھہریں، پھر اُس نے دھیرے مگر مضبوط لہجے میں کہا،

"امی... بابا... ایک بات ہے، جو اب چھپانی نہیں چاہیے۔"

کمرے میں جیسے لمحے کو سانس لینا بھول گیا ہو۔ سب نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ وانیہ کا دل جیسے حلق میں آ کر اٹک گیا —وہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑنے لگی، اور زاویان جو دروازے کے پاس خاموشی سے کھڑا تھا، اُس کے لب ہلکے سے کانپے، جیسے وہ آنے والے الفاظ کا مطلب جانتا ہو۔

ماریہ نے لمحہ بھر کو سانس لیا، پھر کہا،

"وانیہ اور زاویان... ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔ اور یہ وقت ہے... کہ ہم اُن کا رشتہ اللہ کے نام پر جوڑ دیں۔"

امی کا دل جیسے تھم گیا—اُنہوں نے ایک نظر ماریہ پر ڈالی، پھر حیرت اور خوشی کے درمیان جھولتے جذبات کے ساتھ وانیہ کی طرف دیکھا، جس کا چہرہ لال ہو رہا تھا، اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ زاویان نے سر جھکایا، مگر اُس کی آنکھوں میں وہ چمک تھی جو دل کی سچائی سے جنم لیتی ہے۔

بابا نے ایک لمبی سانس کے بعد نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا،

"بیٹی... اگر تم کہو تو ہمیں کیا اعتراض؟ تمہارا فیصلہ ہمیشہ ہمارے لیے دعا ہوتا ہے۔"

ماریہ نے ہلکا سا سر ہلایا—اُس کے چہرے پر ایک خاموش اطمینان ابھرا، جیسے اُس نے اپنے دل پر رکھا آخری بوجھ بھی اتار دیا ہو۔

"اور وانیہ کے والدین... میں نے اُنہیں بھی لاہور سے بلا لیا ہے۔ وہ کل پہنچ جائیں گے۔"

وانیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی اور ماریہ کو گلے سے لگا لیا، جیسے وہ اُس کی ذات کا وہ ٹکڑا ہو، جو برسوں سے بچھڑا ہوا تھا۔

"تم نے میرا خواب سچ کر دیا... تم واقعی میری دعا ہو، ماریہ!"

ماریہ نے اُس کے بالوں پر نرمی سے ہاتھ پھیرا، اور دھیرے سے کہا:

"نہیں وانیہ... اب وقت ہے کہ ہم سب کی دعائیں سچ ہوں۔"☆LRI☆LRI☆LRI☆LRI☆

اگلے دن سہ پہر کو جب وانیہ کے والدین لاہور سے پہنچے، تو گھر میں ایک نئی سی روشنی اُتر آئی تھی۔ جیسے در و دیوار بھی کسی خاموش خوشی میں بھیگے ہوئے ہوں۔ ماریہ نے دروازے پر خود کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا، اور جب سب افراد لاؤنج میں بیٹھ گئے، تو ایک سکون بھری خامشی چھا گئی — جیسے سب کچھ سمجھا جا چکا ہو، بس تصدیق باقی ہو۔

زاویان کو آہستگی سے سامنے بلایا گیا۔ اُس کے قدم بھاری نہیں تھے — اُس کی آنکھوں میں ایک ایسا عزم تھا، جو صرف سچے جذبے کو چہرہ عطا کرتا ہے۔

وانیہ کے والد نے نرمی سے پوچھا،

"بیٹا... کیا تم ہماری بیٹی کو خوش رکھ سکو گے؟"

زاویان نے ایک لمحے کو آنکھیں بند کیں، پھر گہری سانس لیتے ہوئے جھکی نگاہوں سے جواب دیا:

"انکل، وانیہ صرف آپ کی بیٹی نہیں... وہ میرے دل کا وہ کنارہ ہے جس نے مجھے مکمل کیا۔ میں وعدہ کرتا ہوں... اُس کی مسکراہٹ کو کبھی مرجھانے نہیں دوں گا۔"

وانیہ کی ماں کی آنکھیں بھیگ گئیں، اور اُنہوں نے چپ چاپ دعا کا آنچل اپنے سر پر رکھا — اور دل ہی دل میں وہ ساری خوشیاں مانگ ڈالیں، جو کبھی اپنی بیٹی کے لیے سوچ رکھی تھیں۔

ماریہ نے ایک گہری سانس لی — اُسے لگا جیسے برسوں کا بوجھ آج اُس کے کندھوں سے اتر چکا ہو۔ وہ خاموشی سے بیٹھ کر سب کو دیکھتی رہی — زاویان کی نظریں، وانیہ کی چمکتی آنکھیں، والدین کی دعائیں — سب کچھ اُس خاموشی کا صلہ تھا جو اُس نے برسوں دل میں سمیٹ کر رکھی تھی۔

تین دن بعد گھر میں سادگی مگر محبت سے بھرپور منگنی کی چھوٹی سی تقریب منعقد کی گئی۔ صحن رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا رہا تھا، کمرے پھولوں کی مہک سے بھرے تھے، اور ہر چہرے پر ایک خاص چمک تھی — وہ چمک جو صرف کسی نئے سفر کی شروعات پر ہوتی ہے۔

جب زاویان نے وانیہ کو انگوٹھی پہنائی، تو وہ اُس کے قریب ہو کر دھیرے سے بولا،

"شکریہ... مجھے اُس محبت کے لائق سمجھنے کے لیے، جسے میں نے کبھی پہچانا ہی نہیں تھا۔"

وانیہ نے نظریں جھکائیں—اور اُس کی پلکوں سے جو آنسو ٹپکا، وہ دکھ کا نہیں، وہ شکر کا تھا—اُس شکر کا، جو صرف رب کے اُس انعام پر ادا کیا جاتا ہے جو توقع سے بڑھ کر ہو۔

منگنی کی تقریب ختم ہو چکی تھی مگر خوشیوں کی چمک اب بھی گھر کی دیواروں پر تھرک رہی تھی۔ وانیہ نے جیسے ہی انگوٹھی اتارنے کی کوشش کی، زاویان نے فوراً ہاتھ بڑھا کر کہا:

"خبردار! یہ اب میری تحویل میں ہے۔"

وانیہ نے شرارت سے آنکھیں سکیڑیں،

"تو کیا اب میں ہاتھ دھونا بھی تم سے اجازت لے کر کروں؟"

زاویان نے ہنستے ہوئے کہا،

"کم از کم یہ انگوٹھی پہن کر ہاتھ نہ دھونا—کہیں صابن کے بہانے اِسے بہانہ دینا۔"

ماریہ جو قریب کھڑی تھی، مسکرا کر بولی،

"زاویان، تمہیں وانیہ کی اصلیت کا ابھی صرف 10٪ پتہ چلا ہے۔ باقی 90٪ شادی کے بعد دریافت ہو گا۔ تیار رہنا، زاویان!"

زاویان نے مصنوعی خوف میں آنکھیں پھیلائیں،

"اُف خدایا! کیا یہ ریٹرن ایبل ہے؟ کوئی وارنٹی کارڈ ساتھ تھا؟"

سب زور زور سے ہنسنے لگے۔

اسی دوران چھوٹا کزن احمد آیا، جو کہ ماریہ کا اکلوتا اور سب سے چھوٹا تھا، وانیہ کی گود میں بیٹھ کر سوال کیا،

"آپ خالہ بنیں گی یا چاچی؟ مجھے تو کنفیوژن ہو رہی ہے!"

وانیہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا،

"احمد بیٹا، تم پیدا ہی کنفیوژن کے لیے ہوئے ہو؟"

احمد نے منہ بنایا،

"میں تو صرف پکا جواب چاہتا ہوں تا کہ اسکول میں کسی کو بتا سکوں!"

زاویان فوراً بولا،

"بیٹا، کہہ دینا کہ تمہاری وانیہ باجی، اب میری ہے۔ باقی رشتہ بعد میں سمجھ آجائے گا۔"

احمد نے انگلی دانتوں پر رکھ کر کہا،

"اووو...لوو اسٹوری!"

اسی وقت وانیہ کی چھوٹی بہن آئشہ ایک ٹرے لے کر آئی جس میں چائے اور بسکٹ تھے۔ اُس نے شرارت سے چائے زاویان کے آگے رکھی اور بولی:

"سُن لیں جناب داماد صاحب، اب آپ کی خدمت شروع ہو چکی ہے۔ مگر فی الحال چائے کے ساتھ بسکٹ سادہ ہیں — آپ کی زندگی کی طرح۔ بعد میں یہ زندگی نمکین، تیکھی اور پھر کبھی کبھار میٹھی بھی ہو جائے گی۔"

زاویان نے چائے کا کپ اٹھایا، پھر سب کی طرف دیکھ کر بولا:

"بس، دعا کریں یہ چائے کم از کم 'ڈائلاگ' جیسی نہ ہو — گرم اور جلی ہوئی!"

وانیہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی،

"یہ سنبھال لو زاویان، یہ آئشہ ہے... مِنی ورژن آف ماریہ، مگر زیادہ خطرناک۔"

ماریہ نے قہقہہ لگایا،

"بھئی میں تو خاموش طبیعت والی ہوں... باقی سب اللہ کی قدرت ہے۔"

اسی دوران ثناء نے سب کو دیکھتے ہوئے کہا،

"یہ جو تم سب ہنس رہے ہو نا... دو مہینے بعد شادی کے بعد یاد کر کے رونا بھی... جب بجلی کے بل، بچوں کے ڈائپر، اور لان کے سوٹ کا حساب آئے گا!"

سب نے یکدم چپ سادھ لی — پھر ایک زوردار قہقہہ پورے گھر میں گونج اٹھا۔۔۔۔☆LRI☆LRI☆LRI☆LRI☆

گھر میں ہلچل سی مچی ہوئی تھی۔ آج منگنی کے بعد بات پکی کا فنکشن رکھا گیا تھا—ایک رسمی موقع، جس میں صرف قریبی رشتے دار، خاندان والے اور خاص دوست مدعو تھے... مگر دلوں کی دھڑکنیں اس دن کے لیے کچھ زیادہ ہی خاص تھیں۔

وانیہ آئینے کے سامنے بیٹھی تھی—گہرے گلابی رنگ کے جوڑے میں، ہلکے جھمکوں کے ساتھ۔ اُس کے چہرے پر عجیب سا نور تھا، جیسے وقت نے بھی اُس کی خوشی کے آگے جھکنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

"کاش سب کچھ اتنا آسان ہوتا جتنا آج محسوس ہو رہا ہے..." اُس نے خود سے سرگوشی کی، اور پھر خود ہی مسکرا دی۔

نیچے لاؤنج کو رنگ برنگے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے fairy lights دیواروں پر جگمگا رہے تھے۔ corner table پر مٹھائی کے ڈبے، پھولوں کے گلدستے اور رشتہ داروں کی ہلکی ہلکی آوازیں—سب کچھ ایک خوبصورت تاثر دے رہا تھا۔

زاویان اپنی کزنز کے درمیان گھرا کھڑا تھا، سفید شلوار قمیص اور بلیو ویسٹ کوٹ میں، بالوں کو ہاتھ سے بار بار سنوارنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے۔

"او بھائی! کیا بات ہے آج تو تم superstar لگ رہے ہو!" علی نے شرارت سے کہا۔

"چپ کر، تمہاری امی دیکھ رہی ہیں!" زاویان نے سرگوشی میں دانت پیستے ہوئے کہا اور علی نے ایک قہقہہ لگایا۔

ماریہ سب کچھ دیکھ رہی تھی—اُس کی آنکھوں میں سکون تھا، اور دل میں شکر۔

سب کو اکٹھا کیا گیا۔ ایک میز پر قرآن پاک رکھا گیا، ساتھ میں چند چاندی کے کنگن، پھلوں کی ٹوکری، اور مٹھائی۔

وانیہ کی والدہ نے مسکرا کر زاویان کی چچی (جنہوں نے زاویان کو اپنی اولاد کی طرح پالا تھا) کی طرف دیکھا اور کہا:

"الحمدللہ، اللہ نے ہماری دعائیں قبول کیں۔ آج ہم چاہتے ہیں کہ باقاعدہ طور پر وانیہ اور زاویان کی شادی کی بات پکی کر دیں— اور آپ سب کی موجودگی میں ان کا رشتہ اللہ کے نام پر طے ہو جائے۔"

ماریہ کی والدہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا:

"ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ جب دلوں نے ہاں کر دی ہو، تو زبان کی رسمی باتیں بے معنی ہو جاتی ہیں۔ ہم اپنی بہو کو دل سے قبول کرتے ہیں۔"

سب نے تالیاں بجائیں—اور پھر چھوٹا سا "منہ میٹھا" کرنے کا وقت آیا چچی جان نے اپنی بہو کے لیے چوڑیاں نکالیں—اور ماریہ کے کہنے پر خود وانیہ کے ہاتھوں میں پہنائیں۔ وانیہ کی پلکیں بھیگ گئیں—یہ لمحہ وہ بچپن سے خواب میں جیتی آئی تھی۔

زاویان آہستہ سے اُس کے پاس آیا، اور سرگوشی میں کہا:

"اب تو تم officially میری ہو گئیں... اب بھی اگر میرے jokes پر نہ ہنسی تو تمہاری بہنوں سے شکایت لگا دوں گا!"

وانیہ نے شرما کر سر جھکا لیا، اور ماریہ نے اُن دونوں کو دیکھ کر کہا:

"بس اب اگلا فنکشن شادی کا ہو گا—اور کوئی بہانہ نہیں، زاویان... تمہیں dancing entry دینا ہو گی!"

سب نے قہقہہ لگایا، زاویان کے چہرے پر بے بسی چھا گئی—اور علی پیچھے سے بولا:

"میں DJ بک کر رہا ہوں—کیونکہ اس شادی میں romance کے ساتھ thumka بھی ضروری ہے!"

بات پکی ہو چکی تھی۔

اب اگلی منزل تھی—وہ دن، جسے ہر دل شدت سے چاہتا ہے، اور ہر آنکھ برسوں تک یاد رکھتی ہے۔

"شادی"۔۔۔۔۔۔☆☆☆☆☆

اختتامِ قسط

قسط نمبر 12

بازار کی چہل پہل میں آج کچھ خاص سا تھا۔ سڑک پر رنگین جھومر لٹک رہے تھے، دکانوں پر شادی کے جوڑے جھلک رہے تھے، اور فضاؤں میں ہلکی ہلکی قہقہوں کی آواز گونج رہی تھی۔

ماریہ، وانیہ، زاویان اور علی—سب شادی کی خریداری کے لیے نکلے تھے۔ ایک دکان سے دوسری دکان، پھر تیسری، اور پھر... آہ! وہ تھکن جو صرف شادی والے جوڑوں کو نصیب ہوتی ہے۔

وانیہ نے ایک ہلکے گلابی رنگ کا لہنگا اٹھایا، اور زاویان کی طرف مڑ کر کہا:

"کیا یہ اچھا لگے گا؟"

زاویان نے سر کھجایا—

"پہن کر دکھاؤ تو پتا چلے، ویسے hanger پر تو سب ہی اچھے لگتے ہیں!"

وانیہ نے گھور کر دیکھا "تو تم مجھے hanger کہہ رہے ہو؟"

علی پیچھے سے بولا "یار زاویان بھائی، کچھ دن کی عزت کر لو... ابھی شادی ہوئی بھی نہیں!"

سب ہنس پڑے—اور وانیہ نے چپکے سے زاویان کے بازو کو چٹکی کاٹ دی۔ زاویان نے اوچک کر سرگوشی کی،

"یہ ظلم شادی کے بعد کرنا... کم از کم اب تو رشتہ داروں کے سامنے عزت بچی رہنے دو!"

ماریہ نے ہنستے ہوئے دونوں کو دیکھا اور کہا: "بس اب لڑو مت... یہ نیلا جوڑا اچھا لگ رہا ہے، وانیہ کو یہی try کرواؤ۔"

وانیہ چینجنگ روم میں چلی گئی۔ زاویان تھوڑا دور جا کر کھڑا ہو گیا، لیکن اُس کی نظریں بار بار اُس پردے کی طرف اٹھ جاتیں جہاں وانیہ غائب تھی۔

ایک لمحے کو پردہ ہٹا، اور وانیہ سامنے آئی — نیلے غرارے میں، سادہ جیولری کے ساتھ، اور آنکھوں میں وہ چمک جیسے چاندنی زمیں پر اُتر آئی ہو۔

زاویان چند لمحے خاموش رہا، پھر آہستہ سے بولا "تم نے تو... دل ہارنے کا طریقہ ہی بدل دیا۔"

وانیہ نے مسکرا کر کہا "اور تم نے تعریف کرنے کا انداز... لیکن اچھا لگا۔"

پیچھے علی نے نخریلے انداز میں آواز لگائی "اووووہ ہووو... رومانٹک سین ہو رہا ہے، میں ذرا کڑھی چکھنے جا رہا ہوں!"

زاویان نے شرما کر کہا "کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو!"

علی نے ہنستے ہوئے ماریہ کو دیکھ کر کہا "بس دعا کرو شادی سے پہلے یہ لوگ shopping مکمل کر لیں، ورنہ نکاح کی جگہ return exchange receipt دینی پڑے گی!"

کپڑوں کے بعد جیولری کا سیکشن آیا۔ وانیہ ایک نازک سی انگوٹھی کو دیکھنے لگی، جو سادگی میں خوبصورت تھی۔

زاویان نے آہستہ سے پوچھا "کیا پسند آئی؟"

وانیہ نے کہا "یہ انگوٹھی مجھے اُس دن کی یاد دلاتی ہے جب تم نے کہا تھا — 'میرا ہونا سب سے قیمتی تحفہ ہے۔'"

زاویان نے مسکرا کر وہ انگوٹھی خریدی، اور وانیہ کی طرف بڑھا دی: "یہ تحفہ اُس وعدے کی نشانی ہے۔"

پیچھے کھڑی دکاندار آنٹی نے جذباتی ہو کر کہا: "ماشاءاللہ! اللہ نظرِ بد سے بچائے... میری تو شادی کو ۳۰ سال ہو گئے، آج پہلی بار romance live دیکھا!"

سب نے قہقہہ لگایا۔

واپسی پر، گاڑی میں سب تھکے ہوئے تھے — لیکن دل مطمئن تھے۔ bags بھرے تھے — نہ صرف خریدی ہوئی چیزوں سے، بلکہ اُن لمحوں سے جو صرف زندگی کے خاص دنوں میں لکھے جاتے ہیں۔

وانیہ نے زاویان کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے آہستہ سے کہا "کاش یہ وقت تھم جائے..."

زاویان نے اُس کا ہاتھ تھام کر کہا "یہ وقت ختم نہیں ہو گا... بس کچھ دنوں میں ہم شوہر بیوی ہوں گے!" ☆☆☆☆☆

گاڑی کے شیشے سے شام کی سنہری دھوپ اندر جھانک رہی تھی، اور اُس روشنی میں، اُن دونوں کا مستقبل روشن ہو رہا تھا۔

شام کی خاموشی میں جیسے کچھ بے نام لمحے سانس لے رہے تھے۔ زاویان کی گاڑی ایک پرانے، مانوس دروازے کے سامنے آکر رکی ——وہی دروازہ جہاں وقت کبھی دوستی کی ہنسی لے کر آیا کرتا تھا، اور آج... شاید ایک بھاری سچ۔

گاڑی سے اُترتے ہی اُس نے جیب میں رکھا سفید لفافہ سنبھالا ——سادہ، مگر دل سے بھرا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کارڈ باقی سب سے مختلف ہے... اس میں صرف تقریب کی دعوت نہیں تھی، بلکہ ایک دوست کو یاد رکھنے کا پیغام بھی چھپا تھا۔

دستک ہوئی۔

کئی لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ طحہٰ سامنے تھا۔

چہرہ وہی تھا—— سنجیدہ، مگر آنکھوں میں ماضی کی ادھ جلی سی لو باقی تھی۔

"زاویان؟" طحہٰ کی حیرانی چھپی نہ رہ سکی۔

زاویان مسکرایا، جیسے سب کچھ وہی پرانا ہو——"سوچا اتنے خاص دن کی خبر خود دوں۔"

طحہٰ نے خاموشی سے کارڈ تھاما۔

لفافہ کھولا، آنکھوں نے چند لمحے اُسے پڑھا...

پھر——دل ٹھہر گیا۔

"وانیہ ❤ □ زاویان"

شادی کی تاریخ، مقام، دعاؤں بھرے الفاظ...

مگر طحہٰ کی نظروں میں بس ایک ہی نام گونجا——زاویان۔

اور دل نے وہی نتیجہ نکالا...

"تو اب وہ میری ماریہ بھی... کسی اور کی ہو گئی۔"

اُس نے نگاہیں چرائیں، گلا صاف کیا اور جیسے ضبط کی آخری حد پر بول پڑا:

"مبارک ہو...ماریہ اچھی لڑکی ہے... تم دونوں خوش رہو۔"

زاویان کے ماتھے پر بل پڑا—"ماریہ؟"

طٰحہٰ نے نم آنکھوں سے پھر کارڈ دیکھا، ہلکی ہنسی جیسے تلخی بن کر نکلی—

"ویسے بھی... میں کون ہوتا ہوں تم دونوں کے بیچ کچھ کہنے والا؟"

زاویان کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر طٰحہٰ نے دروازہ بند کر دیا۔

دروازے کے اُس پار، زاویان حیرت میں ڈوبا کھڑا رہا۔ اُس کے ہاتھ میں وہی سفید لفافہ تھا، اور دل میں ایک شور۔

"یہ کیسی غلط فہمی ہے؟ یہ تو ماریہ کو مجھ سے چھین سکتی ہے... اور مجھے طٰحہٰ سے۔"☆☆☆☆☆

پورا گھر جگمگا رہا تھا۔ گلابی، سنہری، اور ہرے رنگ کی لڑیوں سے چھتیں، در و دیوار اور درخت سب سجے ہوئے تھے۔ ہر طرف سے قہقہے، ہنسی، مہندی کی خوشبو، اور ڈھولک کی تھاپ دل کی دھڑکنوں میں گھل رہی تھی۔ صحن میں بچیاں گیت گاتی، ہاتھوں میں مہندی لگواتی، اور شادی کی تیاریوں میں کھوئی ہوئی تھیں۔

وانیہ کے چہرے پر چمک تھی—وہ سنہرے لہنگے میں چاند کا ٹکڑا لگ رہی تھی۔ زاویان نے اسے پہلی نظر میں دیکھا تو جیسے لمحہ تھم گیا۔ وہ دور سے اسے دیکھ کر مسکرایا، اور پھر خود کو نظر انداز کرتے ہوئے پیچھے مڑ گیا... کیونکہ نظر لگ جانے کا ڈر سا تھا۔

ادھر وانیہ کی نظریں اُسے ڈھونڈ رہی تھیں۔

زاویان کی چھپی نظریں، چھوٹے چھوٹے اشارے، اور خاموش شرارتیں... ہر چیز میں ایک نئی محبت کی جھلک تھی۔۔۔۔☆☆☆☆☆

محفل اپنے پورے رنگوں کے ساتھ سجی ہوئی تھی— کہیں قہقہے بکھرے تھے، کہیں ڈھول کی تھاپ نے دلوں کو مچلایا ہوا تھا، اور مہندی کی مٹیالی خوشبو جیسے ہر سانس میں محبت کے خواب گھول رہی تھی۔

مگر اُس سب ہنگامے کے بیچ، زاویان کی نظریں بس ایک ہی چہرہ تلاش کر رہی تھیں—

وانیہ، جو سونے جیسے جھلملاتے جوڑے میں چاندنی سی مہک رہی تھی۔

اُس کی آنکھوں میں شرارت چھپی تھی، اور ہنسی جیسے شام کی نرم ہوا میں گھل کر کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

زاویان دھیرے سے اسٹیج کے قریب پہنچا، اور جھک کر سر گوشی کی مانند کہا، "تم نے وعدہ کیا تھا کہ میری مہندی پر صرف میرے لیے چمکو گی... اور لگتا ہے وعدہ نبھا دیا تم نے۔"

وانیہ نے مصنوعی خفگی سے آنکھیں دکھائیں، مگر لبوں کی مسکراہٹ اُس کی خوشی کی چغلی کھا رہی تھی۔"

اوہ تو تمہیں سب نظر آ رہا تھا؟ لیکن جب میں تمہیں دیکھ رہی تھی، تم کسی کزن کے ساتھ ہنس رہے تھے!" وہ بولی، جیسے شکایت نہیں، محبت جتا رہی ہو۔ زاویان نے نرمی سے جواب دیا، "سچ کہوں؟ ہنسی تو محض دکھاوا تھی... میری نظریں تو بس تم پر تھیں۔" وانیہ کی پلکیں جھک گئیں، اور وہ دھیرے سے بولی، "سب دیکھ رہے ہیں، زاویان۔" وہ مسکرایا، جیسے دنیا کی پرواہی نہ ہو،

"تو دیکھنے دو، محبت چھپانے کے لیے نہیں... نبھانے کے لیے ہوتی ہے۔"

ایک لمحہ رُکا، ہوا میں جیسے ٹھہراؤ سا آ گیا، روشنی پلکی، گھنگھرو بجے، اور وقت رک کر صرف اُن کی سانسوں میں ڈھل گیا۔

زاویان نے آہستہ سے ہاتھ بڑھایا، "آؤ، آج تم صرف دلہن نہیں... میری محبت کی سب سے سچی دلیل بنو۔"

وانیہ نے خاموشی سے اُس کا ہاتھ تھام لیا—اور سجی ہوئی اس محفل میں، اُس ایک لمحے نے صرف اُن دونوں کے لیے زندگی کو مکمل کر دیا۔۔۔۔☆☆☆☆☆

لیکن... ان خوشبوؤں، روشنیوں، اور گیتوں کے بیچ، ایک کونا ایسا بھی تھا جہاں دل کی چپ لوری بن چکی تھی۔

وہ کونا جہاں طحہٰ کھڑا تھا... اور ماریہ خاموش۔

تقریب شروع ہونے سے کچھ لمحے پہلے، وہ دونوں آمنے سامنے آ گئے تھے—ایک ایسی جگہ جہاں آوازیں تھیں، لیکن ان کے بیچ خاموشی بول رہی تھی۔

طحہٰ کی نظر جیسے اچانک ماریہ سے جا ملی، اور وہ سب کچھ جو دل میں دبا ہوا تھا، بے ساختہ لبوں تک آ گیا۔

لہجہ سخت تھا، لفظ زہر جیسے—اور آنکھوں میں تکلیف کی ایک پرانی پرت۔

"تمہیں تو خوش ہونا چاہیے نا... جس کے لیے سب چھوڑا، وہ آج تمہارا ہونے جا رہا ہے۔ مبارک ہو، ماریہ۔ تمہیں تو خوش رہنے کا فن آتا ہے۔"

ماریہ کی پلکیں کانپیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، لب ہلے بھی، مگر آواز گلے میں کہیں دب گئی۔

طحہٰ نے اس کی خاموشی کو غلط سمجھا، اور پلٹ کر چل دیا۔

"خوش رہو... ہمیشہ۔"

ماریہ وہیں کھڑی رہ گئی۔ آنکھیں بھیگیں، دل بھی۔۔۔۔۔۔☆☆☆☆☆

اور پھر... محفل میں شور بڑھ گیا۔ مہندی کی رسم شروع ہو چکی تھی۔

زاویان اور وانیہ اسٹیج پر آئے۔ روشنیوں کے درمیان جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، تو محفل نے تالیوں سے گونجنا شروع کر دیا۔ گیت بجنے لگے، قہقہے گونجنے لگے، کیمرے چمکنے لگے۔

اور ان سب کے بیچ، طحہٰ ایک بار پھر شرمندہ ہو گیا۔

جب اُس نے وانیہ اور زاویان کو ایک ساتھ دیکھا، حقیقت کی روشنی اُس پر پڑی۔

"ماریہ...؟ نہیں... وہ تو... وہ زاویان کی ہونے والی نہیں...!"

دل جیسے رک گیا۔

اُسے اپنی تلخی، اپنے الفاظ، اور اپنے انداز پر افسوس ہونے لگا۔

لیکن ماریہ... وہ اب جا چکی تھی۔ بھیڑ میں کہیں چھپ گئی تھی۔

اور طحہٰ... اُس کی تلاش میں خاموش کھڑا رہا۔

مہندی کی رات روشن تھی، مگر دو دلوں کے بیچ اندھیرے نے اپنا گھر بنا لیا تھا۔۔۔۔☆☆☆☆☆

اختتامِ قسط

قسط نمبر 13

دھوپ نرم تھی، لیکن وانیہ کے کمرے میں پردے گرے ہوئے تھے۔ ہوا میں مہندی، پرفیوم اور خوابوں کی خوشبو گھلی ہوئی تھی۔ وانیہ گہری نیند میں تھی، چہرے پر مسکراہٹ اور ہونٹوں پر زاویان کا نام... ایسے جیسے وہ نیند میں بھی اُس کے لمس کو محسوس کر رہی ہو۔

اچانک دروازہ زور سے کھلا۔

"وانیہ! اُٹھ جاؤ! آج تمہارا برائیڈل شاور ہے، اور تمہیں بیوٹی سلیپ کی پڑی ہے؟"

ماریہ نے اندر آتے ہی تکیہ اٹھا کر اُس کے چہرے پر دے مارا۔

وانیہ نے آنکھیں موندے ہی کراہا،

"پلیز... پانچ منٹ اور... زاویان میرے خواب میں آیا ہوا ہے..."

ماریہ جو پیچھے کھڑی سب سن رہی تھی، قہقہہ لگا کر بولی،

"زاویان؟ خواب میں؟ کیا کر رہا تھا؟ مہندی کا بل تھما رہا تھا یا اپنی شاعری سنا رہا تھا؟"

وانیہ نے شرارت سے تکیہ اچھالا، "بکواس بند کرو! وہ بہت sweet ہے... تم لوگ بس جلتے ہو!"

علی، جو دروازے کے باہر کھڑا تھا، جھٹ سے اندر آکر بولا،

"Sweet؟ وہ sweet ہے یا diabetic patient؟ اتنی میٹھی باتیں کرتا ہے کہ سن کے insulin کا level low ہو جاتا ہے!"

کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔ ہر طرف ہنسی، شرارت اور بے فکری کا سا عالم تھا۔

اتنے میں نیچے سے زاویان کی آواز سنائی دی،

"وانیہ! مجھے تم سے کچھ urgent بات کرنی ہے!"

وانیہ ایک دم چونکی ہوئی۔ شال جلدی سے اوڑھی، بال سمیٹے، اور آئینے میں خود کو آخری بار دیکھ کر نیچے بھاگی۔

ماریہ نے شرارت سے چٹکی کاٹی،

"اووہ! Urgent بات... یا urgent flirting؟"

وانیہ نے پلٹ کر ہنستے ہوئے کہا،

"تم سب jealous ہو کیونکہ میری زندگی میں drama کم اور romance زیادہ ہے!"

علی نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھایا،

"اور ہماری زندگی میں؟ بس گواہ بننے کو بلایا جاتا ہے! ہاتھ خود آیا تھا، blame اُسی پہ نہ ڈالیں!"

سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی جب وانیہ نیچے پہنچی، زاویان سنگین نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ خیریت ہے؟" اُس نے دھیرے سے پوچھا۔

زاویان نے بنا کچھ کہے اُس کی ہتھیلی میں ایک چھوٹا سا باکس تھمایا۔

"یہ کیا ہے؟"

"مستقبل کی سیکیورٹی... اور حال کا وعدہ۔ کھولو تو سہی۔"

وانیہ نے باکس کھولا تو اندر ایک خوبصورت سی گھڑی رکھی تھی، جس کی پشت پر کندہ تھا:

"ہر لمحہ تمہارا ہے — زاویان"

وانیہ کے چہرے پر ایک خاموش، لیکن دل موہ لینے والی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم تو واقعی فلمی ہوتے جا رہے ہو..."

زاویان جھک کر اُس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بولا،

"فلمی نہیں... تمہارا دیوانہ ہوں!"

اوپر سے علی کی آواز گونجی،

"اور ہم تمہارے dialogues کے official subtitles ہیں بھائی!"

قہقہے ایک بار پھر فضا میں بکھر گئے۔ مہندی کی اگلی دوپہر ہنسی، عشق اور دوستوں کے جگت بھرے جملوں سے مزید حسین بن چکی تھی۔۔۔۔۔ کمرہ گلابی اور سفید غباروں سے سجا تھا، fairy lights کی روشنی میں ہر چہرہ جگمگا رہا تھا، اور درمیان میں وانیہ ایک راجکماری کی طرح سجی ہوئی کھڑی تھی — شرماتی، ہنستی، اور سب کی چھیڑ چھاڑ کا نشانہ بنتی۔

"وانیہ... یہ دیکھو، یہ cupcake تمہارے نام کا ہے... اور یہ جو heart shape والا ہے، اُس پر زاویان کی شکل تھوڑی علی کی لگ رہی ہے!"

ماریہ نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے شرارت کی۔

"کیوں؟" علی نے فوراً کچن سے آواز لگائی، "زاویان handsomeness کے لیے مجھ سے royalties دے رہا ہے، ہر تصویر میں میری vibes چُرا لیتا ہے!"

سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ وانیہ نے شرماتے ہوئے پیچھے دیکھا،

"بس کرو، علی! وہ تمہارا بہنوئی کہلائے گا اب، کچھ لحاظ کر لو!"

زاویان جو خاموشی سے corner میں کھڑا guests سے سلام دُعا کر رہا تھا، اچانک آگے بڑھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا "love quiz card" تھا۔

"وانیہ، آؤ ذرا تمہاری یادداشت کا امتحان لیتے ہیں۔"

اس نے گمبھیر لہجے میں کہا، "بتاؤ، ہماری پہلی movie کون سی تھی جو ہم نے sneak out کر کے دیکھی تھی؟"

وانیہ نے ایک لمحہ سوچا… اور پھر شرارتی نظروں سے جھک کر بولی،

"وہی جس میں ہیرو شادی کے دن بھاگ جاتا ہے؟"

زاویان نے زور سے قہقہہ لگایا،

"بالکل وہی! اور میں نے قسم کھائی تھی، میں کبھی بھاگوں گا نہیں… چاہے دلہن میک اپ کر کے بھوت لگ رہی ہو!"

سب کی ہنسی بے قابو ہو گئی۔

علی نے ایک اور مذاق کسا،

"شکر کرو تم نے قسم کھائی، ورنہ وانیہ جیسی دلہن کو چھوڑ کے جانے والوں کو تو خواب میں بھی ڈنڈے پڑتے ہیں!"

زاویان وانیہ کے قریب آ کر آہستگی سے بولا،

"تم ڈنڈے کی نہیں، دعاؤں کی حقدار ہو…"

وانیہ نے نرمی سے اُس کا ہاتھ تھاما،

"اور تم مذاق میں لپٹی سنجیدگی کی سب سے خوبصورت مثال ہو…"

کسی corner میں بیٹھی ماریہ نے یہ لمحہ کیمرے میں محفوظ کیا، اور پھر شور مچایا،

"بس! یہ تصویر ہمیں future کے بچوں کو دکھانے کے لیے محفوظ رکھنی ہے — کہ دیکھو، جب تمہارے ماں باپ ایک دوسرے کے jokes پر ہنسا کرتے تھے!"

سب ایک بار پھر ہنسنے لگے... قہقہوں کی گونج، سجی ہوئی روشنی، اور زاویان کی وانیہ کی طرف جھکی محبت بھری نگاہیں—ایک لمحہ تھا، جو ہمیشہ کے لیے دل پر ثبت ہو گیا۔۔۔۔۔۔ ☆☆☆☆

برائیڈل شاور کی تقریب اپنے عروج پر تھی۔ فضا خوشبوؤں سے مہک رہی تھی، چمکتی ہوئی لائٹوں میں سب کے چہرے جگمگا رہے تھے۔ لڑکیاں قہقہے لگا رہی تھیں، کیمرے کی فلیش بار بار آنکھوں کو چمکاتی، لمحوں کو قید کر رہی تھی۔ زاویان اور وانیہ میزبان بنے سب کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

اُسی روشنی، رنگ اور ہنگامے کے بیچ، طحہٰ خاموشی سے کمرے میں داخل ہوا۔

کالی شلوار قمیض، چہرے پر وہی سنجیدگی، مگر اس بار ایک اور جذبہ ساتھ تھا—شرمندگی۔ وہ قدم قدم پر اپنے ہی الفاظ کی گونج سن رہا تھا، جو اس نے مہندی کی رات ماریہ کے سامنے کہے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ کاش وقت کو لوٹایا جا سکتا، اور وہ پل دوبارہ لکھا جا سکتا—مگر افسوس، زندگی میں لفظوں کی سیاہی صرف ایک بار بہتی ہے۔

اُسی لمحے، جیسے تقدیر نے اگلا صفحہ خود پلٹا۔

ماریہ، گلابی اور سفید لباس میں، ہاتھوں پر مہندی کی خوشبو لیے، زینے سے نیچے آ رہی تھی۔ اُس کے چہرے پر نرمی تھی، آنکھوں میں وہی درد جو چھپائے نہیں چھپتا۔ وہ پُرسکون لگ رہی تھی، مگر طحہٰ کی نظر اُس کی روح کے طوفان کو پڑھ چکی تھی۔

نگاہیں ملی، اور لمحہ پھر رک گیا۔

مگر اس بار—خاموشی کا رنگ بدل چکا تھا۔

طحہٰ کے قدم جیسے زمین سے جُڑ گئے۔ وہ جانتا تھا... اب کچھ کہنا ہے۔ اب اُس خاموشی کا کفارہ ادا کرنا ہے، جو اُس نے اپنی تلخی سے پیدا کی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ماریہ کے قریب بڑھا، اور ماریہ... اُس نے پلکیں جھکا لیں، جیسے وہ لمحہ برداشت سے باہر ہو۔

"ماریہ..."

ایک لفظ، جو طحہٰ کے لبوں سے نکلا، مگر دل کی گہرائی سے۔ ماریہ نے دھیرے سے نظریں اٹھائیں۔ وہ نظر... وہ نظر کچھ کہہ گئی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے،" طحہٰ کی آواز دھیمی تھی، جیسے اپنے ہی اندر کے شور کو دبا رہا ہو۔

ماریہ نے لب ہلائے، مگر کچھ نہیں کہا۔ صرف آنکھوں سے اجازت دی۔

طحہٰ کے لب کپکپائے، "میں... جو اُس رات کہا، وہ... میں غلط تھا۔ تم سے نہیں، خود سے شرمندہ ہوں۔"

ماریہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ اس بار وہ رو نہیں رہی تھی، مگر اُس کے چہرے پر ایک خاموش معافی لکھی ہوئی تھی۔

"تم نے کچھ بھی نہیں کہا، مگر تمہاری خاموشی نے مجھے سب کچھ سکھا دیا۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے — بیچ میں ہجوم، ہنسی، شور — مگر اُن کے بیچ صرف وہی خاموشی تھی، جس نے انہیں جوڑ رکھا تھا۔

"ایک موقع دو، ماریہ... اپنی غلطی سدھارنے کا نہیں، بلکہ تمہیں دوبارہ پانے کا۔"

ماریہ نے آنکھیں بند کیں، جیسے دل کی آواز سن رہی ہو۔

پھر ایک لمحہ ایسا آیا، جو الفاظ کے بغیر سب کچھ کہہ گیا۔

اُس نے بس اتنا کہا،

"اب طحہٰ... دیر نہ کرنا۔"

طحہٰ کی آنکھوں میں ایک نئی روشنی تھی — جو صرف اُس شخص میں آتی ہے، جو اپنی منزل کو دوبارہ دیکھ لیتا ہے۔

اور اُس دن... برائیڈل شاور صرف وانیہ اور زاویان کے لیے یادگار نہیں رہا — بلکہ دو ایسے دلوں کے لیے بھی، جنہوں نے پہلی بار دل کی آواز سنی تھی۔۔۔۔۔۔☆LRI☆LRI☆LRI☆LRI☆

برائیڈل شاور کے ہنگامے ختم ہو چکے تھے۔ سب مہمان رخصت ہو چکے تھے، اور گھر کی روشنیاں مدھم پڑ رہی تھیں۔ مگر وانیہ کے کمرے سے ہلکی روشنی اب بھی چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔ کمرے میں ایک نرم سی خاموشی تھی، جو صرف ان لمحات میں آتی ہے جب دن بھر کی چہک دل کے اندر سناٹے جیسی گونج چھوڑ جائے۔

وانیہ، گلابی night suit میں لپٹی، آئینے کے سامنے بال کھولے بیٹھی تھی۔ اور ماریہ، شال میں لپٹی، خاموشی سے اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"کیا سوچ رہی ہو، دُلہن؟"

وانیہ نے مسکراتے ہوئے پیچھے دیکھا، "بس یہ کہ... کل کے بعد سب بدل جائے گا۔ میں زاویان کی ہو جاؤں گی، اور تم... تم پیچھے رہ جاؤ گی۔"

ماریہ نے تھوڑا آگے آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، "میں کبھی تم سے دور نہیں جاؤں گی، وانی... تم میری وہ کزن، دوست ہو جو بہن بن گئی، اور بہن وہ ہوتی ہے جو ہر نئے رشتے میں بھی اپنا پرانا مقام رکھتی ہے۔"

وانیہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ "پتہ ہے؟ بچپن میں ہم جب دل ٹوٹتا تھا تو ایک دوسرے کو chocolate دے کر مناتے تھے... آج دل عجیب سی گھبراہٹ سے بھرا ہوا ہے، اور صرف تم ہو جس سے گلے لگنے کا دل کر رہا ہے۔"

ماریہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وانیہ کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ گئیں، جیسے وقت تھم گیا ہو۔ وانیہ نے اپنی نم آنکھیں اس کے کندھے میں چھپالیں۔

"میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے، وانیہ..." ماریہ نے دھیرے سے کہا، "اور زاویان... وہ تمہیں deserve کرتا ہے۔ تم جیسی pure soul کو وہی ملنا چاہیے جو تمہیں ٹوٹ کر چاہے۔"

وانیہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، "اور تم، ماریہ؟ تم بھی تو deserve کرتی ہو وہ شخص... جو تمہاری آنکھوں کے ہر سوال کو لفظوں کے بغیر سمجھ لے۔"

ماریہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، "کبھی کبھی محبت سمجھنے نہیں، سہنے کا نام ہوتی ہے۔"

وانیہ نے فوراً اُس کے ہاتھ پکڑے، "نہیں... محبت اگر سہنا پڑے تو وہ محبت نہیں، قربانی ہوتی ہے۔ اور میں نہیں چاہتی کہ میری دوست ہر بار قربانی دے۔ اب کی بار... تمہیں صرف خوشی ملنی چاہیے۔"

"اور اگر وہ خوشی صرف یادوں میں ہو؟" ماریہ کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

وانیہ نے اس کے دونوں ہاتھ چوم لیے، "یادیں ختم نہیں ہوتیں، ماریہ... لیکن اگر کسی کے آنے سے وہ خوشی بن جائیں، تو پھر انہیں جانے کیوں دینا؟"

ماریہ نے نظریں جھکائیں۔ وانیہ نے شرارت سے اس کی ٹھوڑی اوپر کی، "طحہٰ کی آنکھوں میں تمہارا نام صاف لکھا ہے... اور تمہاری خاموشی میں اس کے لیے ایک دعا چھپی ہے۔ اب ضد چھوڑو... اور خود کو اس کے نصیب میں آنے دو۔"

ماریہ ہنس پڑی، "تم جب emotional ہوتی ہو تو بہت strong لگتی ہو..."

"اور تم جب ہنستی ہو تو دعا لگتی ہو!" وانیہ نے محبت سے کہا، اور دونوں نے قہقہہ لگا دیا۔

یہ قہقہہ، وہ لمحہ، وہ باہیں—شاید زندگی کے سب سے pure رشتے کا ترجمہ تھا۔ جہاں نہ کوئی حسد تھا، نہ مقابلہ، صرف ایک ایسی محبت... جو دو بہنوں کے درمیان پلتی ہے، بڑھتی ہے، اور ہمیشہ کے لیے دل میں گھر کر لیتی ہے۔----☆☆☆☆☆

کمرہ سجا ہوا تھا۔ نرم سنہری روشنی، دلہن کے لباس کی جھلکیاں، اور کمرے میں مہکتی خوشبو... وانیہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے نقوش کو آخری بار دیکھ رہی تھی۔ آج وہ مکمل تھی—ایک بیوی بننے جا رہی تھی، ایک نئے گھر کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔

مگر اس رات کا ایک اور قرض تھا... ایک اور خاموش فرض، جو دل کے کونے میں چھپا بیٹھا تھا۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

"وانیہ؟"

طحہٰ کی دبی دبی آواز تھی۔

وہ آہستہ سے مڑی، پھر دروازے کے قریب آئی۔

"آ جاؤ، سب نیچے مصروف ہیں۔"

طحہٰ کمرے میں داخل ہوا، نظریں جھکی ہوئیں، جیسے وہ جانتا ہو کہ کچھ کہنا آسان نہیں ہو گا۔

وانیہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ایک چھوٹا سا سفید لفافہ اس کے ہاتھ میں تھمایا—خوبصورت سا، مہکتا ہوا۔

"یہ ماریہ کی طرف سے ہے۔"

طحہٰ چونکا۔ دل نے جیسے زور سے دھڑکنا شروع کر دیا۔

"کیا ہے یہ؟"

"وہ جو وہ کہہ نہ سکی... وہ جو تم سننا چاہتے تھے... شاید یہ وہی ہے۔"

وانیہ کی آواز میں نرمی تھی، مگر آنکھوں میں نمی۔

"میں جا رہی ہوں، پر یہ ادھورے دلوں کی کہانی مکمل ہونی چاہیے طہٰ۔ ورنہ... تم ساری زندگی پچھتاتے رہو گے۔"

طہٰ کی انگلیوں میں وہ لفافہ لرز رہا تھا۔

"اس نے خود دیا؟"

وانیہ نے دھیرے سے سر ہلایا، "دل سے دیا... مگر زبان نہ کھل سکی۔"

کمرے میں چند لمحے خاموشی چھا گئی—دل، آنکھوں سے باتیں کر رہے تھے۔ وقت جیسے تھم گیا۔

"وانیہ..." طہٰ کی آواز بھیگ چکی تھی، "شکریہ... تم صرف ایک دوست نہیں، شاید ایک فرشتہ ہو جو ہمارے درمیان وہ روشنی لے آئی ہو جسے ہم نے اندھیرے میں کھو دیا تھا۔"

وانیہ مسکرائی، اپنی آنکھوں سے نمی صاف کی اور بولی،

"میں جا رہی ہوں، پر دل چاہتا ہے کہ واپسی ہو... تم دونوں کی... ایک دوسرے کے دل میں۔"

طہٰ نے آہستہ سے سر جھکا لیا، لفافہ ہاتھ میں تھامے... جیسے یہ صرف ایک پیغام نہیں، اُس کے دل کی بقاء ہو۔

کمرے سے جاتے جاتے وانیہ نے پلٹ کر آخری بار اسے دیکھا—"پڑھ لینا... آج کی رات... کیونکہ شاید کل کا سورج کچھ نیا لے کر آئے۔"

اور وہ چلی گئی... دلہن بن کر، مگر ایک خاموش رابطہ کار کا فرض نبھا کر۔

طہٰ خاموش کھڑا رہ گیا... دل کے اندر طوفان تھا... اور ہاتھ میں وہ لفافہ... جو شاید اُس کی زندگی بدلنے والا تھا۔۔۔۔۔☆☆☆☆☆

اختتامِ قسط

قسط نمبر 14

کمرے کی فضا میں ایک عجیب سی ساکت خاموشی بکھری ہوئی تھی۔ گہرے رنگوں کی چادر جیسے وقت پر بھی تان دی گئی ہو— ہر شے رکی ہوئی، ہر سانس تھمی ہوئی۔ بس کھڑکی سے چھن کر آتی چاندنی، اُس اداس رات میں جیسے کوئی گمشدہ امید کا ہالہ تھی، جو فرش پر پڑے طحہٰ کے وجود کو آہستہ آہستہ چھو رہی تھی۔

وہ اپنے بستر پر نہیں تھا۔ کمرے کے بیچوں بیچ زمین پر بیٹھا، اپنی پشت دیوار سے ٹکائے، دونوں گھٹنے سینے سے لگائے، وہ سفید لفافہ تھامے ہوئے تھا...

جیسے ہاتھ میں صرف کاغذ نہیں، ایک فیصلہ ہو، جو اس کے دل کو یا تو بکھیر دے گا، یا جوڑ دے گا۔

اس نے کئی بار اُسے دیکھا، انگلیوں سے سہلایا، لبوں کے بیچ دبایا، مگر کھولا نہیں۔ شاید ڈر تھا کہ کہیں اندر وہ لفظ نہ ہوں، جنہوں نے برسوں کی خواہشوں کو خاموشیوں کے نیچے دفن کیا ہوا تھا۔

مگر پھر... آخر کار، اُس نے آہستگی سے لفافے کو کھولا۔

ایک نرم سی خوشبو کمرے میں پھیل گئی—وہی خوشبو جو برسوں پہلے پہلی بار ملی تھی، جب ماریہ نے بے ساختہ ہنستے ہوئے اسے کہا تھا:

"یہ خوشبو میری پہچان ہے، اگر کبھی کھو جاؤں، تو یہی تمہیں میرے پاس واپس لائے گی۔"

خط کے پہلے صفحے پر طہٰ کی نظر جیسے جمی رہ گئی۔ سیاہی سے لکھا پہلا لفظ لرز رہا تھا—

"طہٰ..."

وہ ٹھٹھک گیا۔ دل جیسے رک سا گیا۔ اُس نے سانس کھینچی، اور پڑھنا شروع کیا...

"اگر میری خاموشی نے تمہیں تکلیف دی، تو یہ خط میرا اعتراف ہے...

ایک ایسے دل کا جو بول نہ سکا، لیکن ہمیشہ تمہارے ہی نام پر دھڑکتا رہا۔"

طہٰ کی پلکیں نم ہونے لگیں۔ وہ سطر در سطر ماریہ کی آواز اپنے کانوں میں گونجتی محسوس کر رہا تھا—

جیسے وہ اُس کے سامنے بیٹھی ہو، آنکھوں میں وہی پرانی لرزش، اور لبوں پر وہی ڈھکی چھپی محبت۔

"میں ہمیشہ سے تمہیں چاہتی تھی... لیکن ڈر گئی تھی۔ تمہارے غصے سے، اپنی کمزوریوں سے، اس سماج سے۔ تم نے جب میرا ہاتھ تھاما تھا، تو مجھے لگا تھا کہ یہ تھامے رہو گے...

مگر جب وہ ہاتھ چھوٹا، تو دل کی دھڑکنیں بھی لڑکھڑا گئیں۔"

آنکھوں سے خاموش آنسو نکل کر اس کے گالوں پر بہنے لگے تھے۔ ہاتھ لرزنے لگے۔ کاغذ پر اس کی انگلیاں کانپتی جا رہی تھیں۔

"زاویان... وہ صرف ایک دوست ہے، اور کچھ نہیں۔ تم نے جو سنا، وہ سچ نہیں تھا۔ میں کچھ کہہ نہیں سکی، کیونکہ تمہارے سامنے آتے ہی دل صرف تمہیں دیکھتا رہا... اور زبان بند ہو جاتی تھی۔"

طہٰ کے لب بھینچ گئے۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور دکھ کا امتزاج تھا۔ کتنی بار وہ اس سچائی کو سننا چاہتا تھا...

مگر شاید اس کی ضد، اس کی تکلیف، اس کے غم نے اُسے کچھ سننے ہی نہ دیا۔

"آج وانیہ کی رخصتی ہے...

اور میری آنکھوں سے صرف آنسو نہیں، ایک دعا بھی نکل رہی ہے—

کہ تم یہ خط پڑھو، اور اگر ابھی بھی دیر نہ ہوئی ہو...

تو صرف ایک بار کہہ دینا: 'ماریہ، واپس آجاؤ۔'

میں وہی ہوں، طحہٰ... جو تمہارے دل سے کبھی نکلی ہی نہیں تھی۔

ہمیشہ کی... تمہاری—ماریہ"

طحہٰ نے خط کو اپنے دل سے لگالیا۔ وہ لمحہ جیسے وقت سے الگ تھا۔ ایک کمرہ، ایک خط، اور ایک لڑکا—

جس کے دل میں محبت پھر سے سانس لے رہی تھی۔ برسوں کا سناٹا جیسے ایک پل میں چیخ پڑا ہو۔ اس کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگیں، مگر وہ سسکیاں کمزور نہیں تھیں—

وہ اُس درد کی گواہی تھیں جو لفظوں میں کبھی نہیں سماتا۔

تبھی موبائل کی اسکرین پر روشنی چمکی—وانیہ کا مختصر سا پیغام

"پڑھ لیا؟ اگر ہاں... تو اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے، طحہٰ۔

وہ آج بھی تمہیں چاہتی ہے—ویسے ہی، جیسے اُس دن چاہا تھا۔"

طحہٰ نے موبائل دیکھا، پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ چاند اب پہلے سے زیادہ روشن لگ رہا تھا—

جیسے فضا بھی جان چکی ہو کہ ایک ٹوٹا دل، پھر سے جڑنے والا ہے۔

وہ اٹھا۔ ہاتھ میں خط تھا، اور آنکھوں میں وہ چمک جو برسوں بعد لوٹی تھی۔ کمرے کی روشنی اب چاندنی سے روشن ہو چکی تھی۔

اور دل میں... ☆☆☆☆☆

ادھر نیچے ہال میں بارات کی آمد کا شور مچ چکا تھا۔

ڈھول کی تھاپ، شہنائی کی آواز، اور بچوں کے قہقہے...

سب کچھ خواب سا لگ رہا تھا۔ لڑکیاں گیت گا رہی تھیں، خالائیں پان کے بیڑے پیش کر رہی تھیں، اور کزنز...

وہ تو جیسے ہر چیز کو موقع سمجھ کر مذاق اور ہنسی کے ہتھیار لے آئے تھے۔

"اوہو! دلہن کی بہنیں تو بڑا تاک کے بیٹھیں ہیں! لگتا ہے جوتا چھپائی کے لیے ٹیم پوری تیار ہے!"

علی نے مسکراتے ہوئے کہا، اور ساتھ کھڑی ثناء نے فوراً جواب دیا:

"تو داماد بھائی بھی فکر نہ کریں، آج کے لیے ہماری ٹیم نے سارا پلان تیار رکھا ہے... بھاگنے کی اجازت نہیں ملے گی!"

قہقہوں کی گونج گھر بھر میں پھیل گئی۔

AESTHETIC NOVELS EXPLORE, DREAM AND READ IG•AESTHETICNOVELS.ONLINE aestheticnovels.online

وانیہ کا بھائی علی اور طحہٰ دروازے پر کھڑے باراتیوں کا استقبال کر رہے تھے۔ دونوں کے چہرے جذبات سے لبریز تھے، بہن کو رخصت کرنا آسان تو کبھی نہیں ہوتا۔

زاویان سفید شیروانی میں آیا، ماتھے پر کُلی، سینے پر گلاب کی کلی، اور آنکھوں میں فقط ایک چہرہ—وانیہ کا۔

"ابے یار! یہ تو ہیرو لگ رہا ہے آج تو...!"

کسی دوست نے سرگوشی کی،

"ہیرو تو وہ تب لگے گا جب جوتا بچالے گا!" دوسرے نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ امی آئیں، ہاتھ میں قرآن پاک تھا۔

"بیٹا، اب وقت آگیا ہے۔ چلو... بسم اللہ کہہ کے قدم رکھو، اللہ تمہیں ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔"

وانیہ نے قرآن پاک کو عقیدت سے چوما، پھر سر پر رکھا گیا۔ امی نے روایتی انداز میں قرآن کے سائے میں دروازے کی دہلیز پار کروائی۔ آنکھوں سے اشک جاری تھے مگر لبوں پر دعا تھی۔

نیچے ہال میں نکاح مکمل ہو چکا تھا۔ قاضی صاحب نے آیتیں پڑھیں، وانیہ اور زاویان کے درمیان قبول و ایجاب کے وہ مقدس الفاظ گونجے—"قبول ہے"... "قبول ہے"... "قبول ہے"—اور یوں دو دل، دو روحیں، ایک نکاح کے بندھن میں بندھ گئیں۔

نکاح کے بعد دعا کی رسم ہوئی۔ سب نے ہاتھ اُٹھائے، قاضی صاحب نے محبت، خوشی اور سدا کی خیر و برکت کی دعا کی۔ ماں باپ، بہن بھائی، دوست سب کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ یہ دعا فقط خوشیوں کی نہیں، اس نئے سفر کی روانگی تھی۔

پھر مٹھائی تقسیم ہوئی، اور سلامی کا مرحلہ آیا۔ دلہا کو بہنوں، خالاؤں، کزنز نے گھیر لیا: "داماد بھائی، بغیر سلامی کے آگے نہیں بڑھنے دیں گے!"

زاویان مسکرا کر جیب کی طرف بڑھا: "آپ سب کی خوشی ہی میری سلامی ہے!" "نہیں نہیں، نوٹ نکالو بھائی!" سب کی ہنسی خوشی کے شور میں ایک خوبصورت ہلچل سی مچ گئی۔

پھر روایتی دودھ پلائی کی رسم ہوئی۔ ماریہ نے شرارت سے دودھ کا گلاس آگے کیا اور پیسے مانگے: "یہ پی کر ہی آگے بڑھ سکتے ہو!" زاویان نے مسکرا کر نوٹوں کا گٹھا نکالا، سب ہنس پڑے۔

آخر میں رخصتی کا وقت آ پہنچا۔ وانیہ کے والد نے کانپتے ہاتھوں سے بیٹی کا ہاتھ زاویان کے ہاتھ میں دیا۔ لبوں پر کلمہ تھا، دل میں صبر کا دامن اور آنکھوں میں سیلاب۔

"بیٹا، اب یہ امانت تمہارے حوالے ہے... محبت، عزت، اور وفا سے اسے سمیٹنا۔" زاویان نے جھک کر ان کے ہاتھ چومے:

"ان شاء اللہ، چچا جان... یہ وعدہ ہے۔"

وانیہ نے سب کو باری باری گلے لگایا۔ماں کے ساتھ لپٹ کر وہ دھاڑیں مار کر روئی، بہنیں اسے تھام کر رو رہی تھیں، بھائیوں کی آنکھیں سرخ تھیں۔

پھر علی اور طحہٰ نے باری باری وانیہ کو سہارا دے کر گاڑی تک پہنچایا۔ گاڑی کے پاس پہنچ کر وانیہ نے پلٹ کر آخری بار اپنے گھر کو دیکھا—

وہ صحن جہاں اس نے بچپن گزارا، وہ دیواریں جن سے راز کیے، وہ کمرہ جہاں خواب سجائے...

سب کو آنکھوں میں قید کیا۔

زاویان نے نرمی سے دروازہ کھولا، وانیہ اندر بیٹھی، اور دروازہ بند ہوا۔

گاڑی آہستہ آہستہ چل پڑی۔ماں نے دور تک ہاتھ ہلایا، اور دل سے دعا نکلی: "اللہ تمہیں ہر دکھ، ہر آنچ، ہر غم سے بچائے... ہمیشہ خوش رکھے۔" پھولوں کی بارش میں، دعاؤں کے سائے میں، اور دلوں کے سمندر میں بہتے ہوئے...

وانیہ کی رخصتی مکمل ہوئی۔

مگر یہ صرف جدائی کا لمحہ نہیں تھا—

یہ دو دلوں کے وصال،

دو گھروں کے سنگم،

اور ایک نئی محبت بھری داستان کا آغاز تھا...☆☆☆☆

دروازے پر پورا خاندان قطار میں کھڑا تھا—ہاتھوں میں گلاب کی پتیوں سے بھرے تھال، دیواروں پر جھومتی فیَری لائٹس، اور سب کے چہروں پر خوشی کی چمک۔

جیسے ہی وانیہ کی گاڑی دروازے کے سامنے رکی، سب کی نظریں جھانکنے لگیں۔

"آ گئے دولہا میاں اپنی دلہن لے کر!"

زاویان کے کزن نے شرارت سے آواز لگائی۔

گاڑی کا دروازہ کھلا۔ زاویان نے نرمی سے وانیہ کا ہاتھ تھاما، وہ حجاب میں لپٹی ہوئی، شرم سے نظریں جھکائے، آہستہ آہستہ نیچے اتری۔ ہر قدم کے ساتھ گلاب کی پتیوں کی بارش ہو رہی تھی،

اور "ماشاءاللہ" کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

"اوہ ہو، دولہن تو جیسے شہزادی لگ رہی ہے!"

خالہ نے ہنستے ہوئے کہا۔
رسمِ استقبال شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ماریہ نے ایک پینک رنگ کی چھوٹی سی کشتی تھامی، جس میں دودھ اور گلاب کے پھول تیر رہے تھے۔
"دولہا بھائی! دلہن کے ساتھ پہلے اس میں ہاتھ ڈالیں... دیکھتے ہیں کس کا سکہ نکلتا ہے!"
وانیہ نے شرم سے زاویان کی طرف دیکھا۔
زاویان نے مسکرا کر وانیہ کی طرف جھک کر کہا:
"پہلی جیت تمہاری، مگر اگلی میری!"
سب نے قہقہہ لگایا۔
دونوں نے ہاتھ ڈالے، اور اتفاق سے وانیہ کا ہاتھ سکہ نکال لایا۔
"یہ تو شروعات ہی میں ہار گئے داماد صاحب!"
زاویان نے ہنستے ہوئے کہا:
"محبت میں ہارنا تو جیتنے جیسا ہوتا ہے۔"
وہ کمرہ جہاں آج پہلی بار وانیہ بطور بیوی قدم رکھنے جارہی تھی—ہر گوشہ، ہر دیوار، ہر خوشبو گویا ایک نئی شروعات کا گواہ بننے کو بے تاب تھا۔
فرش پر ہلکی سی مہندی کی خوشبو تیر رہی تھی، گلاب کی پتیاں بستر کے گرد بکھری ہوئی تھیں، اور پردوں سے چھنتی روشنی نے کمرے کو نرم سا رنگ دے رکھا تھا۔
زاویان پہلے سے کمرے میں موجود تھا، سفید کرتا پاجامہ پہنے، ہاتھوں میں دعاؤں کی مہک اور دل میں بے شمار جذبات سمیٹے وہ آہستہ آہستہ قدموں کی چاپ کا منتظر تھا۔
دروازہ آہستہ سے کھلا۔
وانیہ سفید اور ہلکے گلابی رنگ کے جوڑے میں، سر پر دوپٹہ اوڑھے، نظریں جھکائے، دھیمی چال سے کمرے کی جانب بڑھی۔ "وانیہ نے جیسے ہے اندر داخل ہونے کے لیے پہلا قدم بڑھایا۔۔۔ زاویان نے اپنی ہتھیلیاں اسکے قدموں میں رکھتے ہوئے ویلکم کیا۔" وہ منظر گویا خواب کا کوئی لمحہ تھا۔
وانیہ نے فوراً نظریں جھکا لیں... کچھ جذبات ایسے ہوتے ہیں جو آنکھوں سے کہیں زیادہ دل سے محسوس ہوتے ہیں—اور یہ لمحہ انہی لمحوں میں سے ایک تھا۔

وانیہ نے آکر خاموشی سے کمرے کے ایک کونے میں بیٹھنے کی کوشش کی، مگر ہاتھوں کی لرزش اور دل کی دھڑکن جیسے اس کی موجودگی کا شور مچانے لگی۔

کمرہ خاموش تھا۔ چاندنی کھڑکی سے اندر آرہی تھی، اور گلاب کی خوشبو فضا میں تحلیل ہو رہی تھی۔

زاویان نے آہستہ سے قدم بڑھائے—ہاتھ میں ایک چھوٹا سا گفٹ تھا۔

نرمی سے وانیہ کے قریب آیا، نگاہوں میں احترام، لہجے میں محبت تھی۔

"یہ تمہارے لیے ہے..."

وہ دھیرے سے بولا،

"نئی زندگی کی پہلی یاد... پہلی خوشبو... پہلا لمحہ۔"

وانیہ نے بے اختیار نگاہیں اُس کے چہرے پر گاڑ دیں—

پھر ہولے سے تحفہ تھاما، اور خاموشی سے کھولنے لگی۔

چھوٹے سے ڈبے کے اندر، ایک نہایت نفیس سونے کا لاکٹ رکھا تھا—

نقش شدہ لفظ اُس کی روح تک اُتر گئے:

"میری زندگی کا نیا آغاز—وانیہ"

وانیہ کی پلکیں لرز گئیں، آنکھوں میں نمی کی چمک جاگ اٹھی۔

زاویان نے آہستگی سے جھک کر اُس کی آنکھوں سے ایک آنسو چُنا،

پھر بہت دھیرے سے، بہت سنجیدگی سے کہا:

"میں تمہاری مرضی، تمہارے وقت... اور تمہارے لمس کا احترام کروں گا، وانیہ۔"

"محبت کا آغاز زبردستی سے نہیں—اعتماد سے ہوتا ہے۔"

وانیہ نے اس کی طرف دیکھا—آنکھوں میں ہزار سوال، لاکھ جذبے، اور ایک انجانی سی قربت۔

چند لمحوں کی خاموشی، اُن دونوں کے درمیان بہت کچھ کہہ گئی۔

نہ کوئی لفظ بولا، نہ کوئی وعدہ کیا—مگر دل جیسے ایک دوسرے کی دھڑکنیں سمجھنے لگے۔

پھر زاویان نے آہستگی سے وانیہ کا ہاتھ تھاما—نہایت نرمی، نہایت احترام کے ساتھ...

اور ایک جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا:

"آج کے بعد... ہر رات، ہر دن، ہر لمحہ... ہم دونوں کا ہوگا۔"

"ایک دوسرے کے لیے... ایک دوسرے کے ساتھ۔"

کمرہ جیسے اُس پل محبت کی خوشبو سے بھر گیا۔

چاندنی کھڑکی سے گزر کر اُن پر پڑی—جیسے یہ گواہ ہو دو دلوں کی اُس پہلی قربت کی... جو لمس سے نہیں، یقین سے جڑی تھی۔

اس رات کسی حد کو پار نہیں کیا گیا—صرف دل کے درمیاں فاصلے کم ہوئے۔

محبت نے حیا کی چادر اوڑھ رکھی تھی، اور قربت خاموشیوں کی ترجمان بن گئی تھی۔

اور یوں...

ایک نئی زندگی کی پہلی رات—

محبت، اعتبار، اور احترام کی مہر سے بندھی—شروع ہوئی۔ ☆☆☆☆☆

ماریہ صحن کی ایک پرانی سی کرسی پر بیٹھی تھی۔ آنکھوں میں نمی اور دل میں بے یقینی کی ایک ٹھنڈی لہر—جیسے کسی نے دل کو سوالوں میں لپیٹ دیا ہو۔

وانیہ جا چکی تھی، اپنے سسرال... اپنی نئی زندگی کی طرف۔ اور ماریہ یہاں، اسی صحن میں، اُسی دل کے ساتھ جو اب بھی ایک ہی نام پر دھڑکتا تھا—طحہٰ۔

تبھی آہٹ ہوئی۔ ہلکی، مگر ماریہ نے پہچان لی۔

طحہٰ۔

وہ آہستہ آہستہ صحن میں آیا، قدم جیسے ناپ تول کر رکھ رہا ہو۔ آنکھوں میں وہی گہرائی، جو اس رات کے بعد اور بڑھ چکی تھی۔

اس کے ہاتھ میں وہی لفافہ تھا—جسے رات اس نے دل سے لگایا تھا۔

ماریہ نے پلکیں جھکائیں۔ لب ہلے، مگر کوئی آواز نہیں نکلی۔ شاید اب وہ کہنا نہیں چاہتی تھی، سننا چاہتی تھی۔ صرف ایک بار۔

طحہٰ چند قدم کے فاصلے پر رکا۔ خاموشی کچھ لمحے ان دونوں کے درمیان کھڑی رہی—پھر طحہٰ نے ہاتھ بڑھایا، اور لفافہ اس کے سامنے رکھا:

"یہ تمہارا خط ہے—لیکن اب اس میں صرف تمہارے الفاظ نہیں، میرا جواب بھی ہے۔"

ماریہ نے ساکت ہو کر اُسے دیکھا۔ دل جیسے ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔

طحہٰ کی آواز بھرا گئی:

"ماریہ... میں نے تمہیں کھو دیا تھا، پر تم کبھی گئی ہی نہیں تھیں۔ میرے اندر، ہر لمحے، ہر دعا میں تم ہی تھیں۔ لیکن... میں ہار گیا تھا اپنے غصے سے، اپنی انا سے... اور تمہارے خاموش آنسوؤں سے۔"

ماریہ کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔ لب کانپے۔

"اگر آج بھی تم ویسے ہی چاہتی ہو جیسے اُس خط میں لکھا ہے... تو ماریہ... واپس آجاؤ۔"

وہ جملہ جیسے ہوا میں ٹھہر گیا۔

"واپس آجاؤ، کیونکہ اس دل میں تمہارے سوا کچھ بھی نہیں بچا۔"

ماریہ کی پلکوں سے آنسو لڑھک کر رخسار پر بہہ نکلے۔ وہ اٹھی، چند قدم چل کر اُس کے قریب آئی—دل کی دھڑکنوں کی آواز سنائی دینے لگی۔

"میں کبھی گئی ہی کب تھی، طحہٰ..." اُس نے دھیرے سے کہا۔

طحہٰ نے بے اختیار اُس کے آنسو صاف کیے، اور دھیرے سے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا—جیسے برسوں بعد اُسے یقین آرہا ہو کہ جو کھویا تھا، وہ واپس مل گیا۔

اسی لمحے، دروازے کے پیچھے کھڑی روشنی نے یہ سب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی تھی۔ وہ بنا آہٹ کیے مسکرا دی۔

"آخر کار... دو ادھورے دل مکمل ہو ہی گئے۔" وہ دھیرے سے بولی، اور پیچھے ہٹ گئی۔

رات کی وہ تاریکی اب چاندنی میں بدلنے لگی تھی۔ صحن کی مٹی میں ایک نرم سی خوشبو اتر آئی تھی—شاید وہی جو برسوں پہلے دلوں میں تھی، اور اب ایک بار پھر... فضا میں بکھر گئی تھی۔ ☆☆☆☆☆

دن سفید چادر میں لپٹا ہوا سا تھا۔ ہال پھولوں سے سجا، روشنیوں سے دمکتا، اور خوشبو سے مہکتا ہوا الگ رہا تھا۔ وانیہ اور زاویان اسٹیج پر ایک خوبصورت جوڑے کی صورت بیٹھے تھے، جن کی مسکراہٹوں میں نئی زندگی کا آغاز جھلک رہا تھا۔

مگر آج کی شام صرف ان کے لیے خاص نہیں تھی۔

ماریہ نے ہلکی سی گلابی رنگ کی ساڑھی پہنی تھی۔ سادگی میں لپٹی ہوئی، مگر اس کی خوبصورتی ہر نگاہ کو روک لیتی تھی۔ ہاتھوں میں سادہ چوڑیاں، ہلکی سی لپ اسٹک، اور دل میں ایک عجیب سا سکون... جیسے برسوں کی بے قراری آج دم لینے جا رہی ہو۔

وہ مہمانوں کے درمیان موجود تھی کہ اچانک کسی کی نظروں کی حدّت نے اُسے چونکا دیا۔

وہ طحہٰ تھا۔

سیاہ شلوار قمیض، اور ہلکا سا گلابی رومال ہاتھ میں... جیسے ماریہ کے رنگ میں رنگ جانے کا اعلان کر رہا ہو۔

دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں، اور لمحہ جیسے ٹھہر گیا۔

طحہٰ آہستہ آہستہ ماریہ کی طرف بڑھا۔

"بس اب اور فاصلے نہیں، ماریہ..." اُس نے دھیرے سے کہا۔

ماریہ کا دل دھڑکنے لگا، مگر وہ خاموش رہی۔

طحہٰ نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی مخملی ڈبیا نکالی اور آہستگی سے کھولی—اندر ایک خوبصورت انگوٹھی چمک رہی تھی، جس پر دل کی شکل کا چھوٹا سا نگینہ لگا تھا۔

"کاش میں تمہیں وقت پر سمجھ پاتا۔ کاش میں اپنے دل کی آواز جلدی سن لیتا۔ لیکن شاید یہ لمحہ—یہ منظر—تقدیر نے آج کے لیے بچا کر رکھا تھا۔"

ماریہ کی آنکھیں بھر آئیں، مگر وہ مسکرا رہی تھی۔

طحہٰ نے آگے بڑھ کر سب کے بیچ، ہال کی رونقوں کے بیچ، اُس کا ہاتھ تھاما۔

"ماریہ… تم میری وہ دعا ہو جو شاید دیر سے قبول ہوئی، لیکن پوری پوری ہوئی۔"

ماریہ نے نظریں جھکا لیں، اور ہلکی سی سر ہلا دی۔ اُن کے بیچ سکوت سا چھا گیا، لیکن دل چیخ چیخ کر پکار رہا تھا—یہی ہے محبت… یہیں ہے ہمارا ٹھکانہ۔

وانیہ نے اسٹیج سے نیچے آکر دونوں کو دیکھا، مسکرا کر ماریہ کے گلے لگی، اور آہستہ سے کہا:

"آج صرف میرا ولیمہ نہیں، تمہارا بھی عشق مکمل ہو رہا ہے…"

زاویان پیچھے سے بولا، "اور کچھ محبتیں پبلک میں کہی جانی چاہییں—طحہٰ، اب تمہاری باری ہے!"

طحہٰ نے سب کے سامنے مائیک پکڑا، اور ہال کی خاموشی میں صرف اُس کی آواز گونجی:

"میں طحہٰ… اُس لڑکی سے محبت کرتا ہوں جو آج میرے سامنے کھڑی ہے… میری پہلی اور آخری محبت—ماریہ!"

ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ ماریہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، لیکن ہونٹوں پر صرف ایک بات تھی:

"میں نے ہمیشہ تمہیں چاہا تھا، طحہٰ… اور آج تمہیں پا کر، زندگی مکمل لگ رہی ہے۔"

اور یوں، وانیہ اور زاویان کی محبت کے جشن میں، ماریہ اور طحہٰ کا عشق بھی سرِعام چمک اٹھا—محبت، جس نے راستے بدلے، لیکن منزل ایک ہی رکھی۔۔۔۔۔

وہ رات ایک خواب جیسی تھی—جس میں سب کے سامنے طحہٰ نے ماریہ کا ہاتھ تھاما، اور بغیر کسی خوف کے کہہ دیا:

"یہ میری محبت ہے۔ میری زندگی… اور میں اسے کبھی کھونے نہیں دوں گا!"

جب سب لوگ یہ منظر دیکھ کر حیران تھے، تب ماریہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا جب طحہٰ نے اسے اتنے لوگوں کے بیچ یوں اپنایا تھا۔

تقریب ختم ہوئی، سب واپسی کی تیاری میں لگے تھے، مگر طحہٰ نے آہستہ سے ماریہ کے کان کے قریب جھک کر کہا،

"چلو، تمہیں کچھ دکھانا ہے... صرف تمہیں۔"

ماریہ نے چونک کر اسے دیکھا، "طحہٰ! ابھی؟ سب لوگ یہاں ہیں... اور اگر کسی نے—"

"اگر کسی نے کیا؟" وہ مسکرایا، "اب تو سب کو پتہ ہے کہ میں تمہیں چاہتا ہوں... اب اگر تمہیں لے جاؤں تو گناہ تھوڑی ہے؟"

ماریہ نے ہنستے ہوئے شرارتی نظروں سے اسے دیکھا، "بس کرے طحہٰ! زیادہ ہوشیار بننے کی ضرورت نہیں۔"

"اوہ، تو اب شوہر بننے کی کوشش پر پابندی ہے؟" طحہٰ نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور نرمی سے کہا، "بیٹھو، محترمہ۔"

گاڑی میں بیٹھتے ہی ماریہ نے دوپٹہ سنبھالا، اور کھڑکی کے باہر نظریں جمائیں، مگر دل کی دھڑکنیں کسی قوالی کی طرز پر زور زور سے بج رہی تھیں۔

"تم اتنی خاموش کیوں ہو؟" طحہٰ نے چھیڑنے والے لہجے میں کہا۔

"ویسے ہی... ڈر لگ رہا ہے۔" ماریہ نے نظریں نہیں ہٹائیں۔

"ڈر؟ مجھ سے؟" طحہٰ نے مصنوعی افسوس بھرے انداز میں کہا، "دیکھو، تمہارے چکر میں میرا اسیناز خمی بھی ہوا، عزت کا جنازہ بھی نکلا، اور اب تم خود مجھ سے ڈر رہی ہو؟ انصاف تو کرو!"

ماریہ کی ہنسی چھوٹ گئی، "ہاں! اور تم نے تو اعلان ہی کر دیا جیسے کوئی فلمی ہیرو ہو!"

طحہٰ نے ہنستے ہوئے کہا، "میری فلم کی ہیروئن بھی تو تم ہی ہو! بس سین کم تھے... اب آہستہ آہستہ سب مکمل کریں گے۔"

ماریہ نے منہ بنایا، "آئی ایم ناٹ یور ہیروئن، اوکے؟"

"تو پھر کیا ہو؟" طحہٰ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، "میرے دل کی دھڑکن؟ میری نیندیں؟ میری مسکراہٹ؟ میری ٹینشن؟ یا سب کچھ ایک ساتھ؟"

ماریہ نے نظریں نیچے کر لیں، اور مسکراتے ہوئے بس اتنا بولی، "بہت زیادہ لائنیں مارنا بند کرو۔"

راستہ پرسکون تھا، رات کی خنکی میں گاڑی کی کھڑکی سے آتی ہوا، اور ان دونوں کے بیچ وہ پہلی مکمل تنہائی—جو زبان سے زیادہ دلوں کی باتیں سن رہی تھی۔

اچانک طحہٰ نے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی۔

"کیا ہوا؟" ماریہ نے پوچھا۔

"یہ جگہ وہ ہے جہاں کھڑے ہو کر میں نے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اپنا بنا کر رہوں گا اور خود سے وعدہ کیا تھا کہ ایک دن تمہیں ساتھ لاؤں گا۔"

ماریہ کی سانس جیسے تھم سی گئی۔

طحہٰ نے نرمی سے اس کی طرف دیکھا، "آج وہ دن آ گیا... تم ساتھ ہو، میرے ساتھ۔ اور یہ لمحہ — بس ہمارا ہے۔"

دونوں چپ چاپ جھیل کی طرف دیکھتے رہے۔ درمیان میں کوئی لفظ نہ بولا، صرف دل دھڑکتے رہے۔

پھر طحہٰ نے آہستہ سے کہا، "شکریہ... میرے پاگل پن کو برداشت کرنے کا۔"

ماریہ نے ہنس کر کہا، "ابھی تو شروعات ہے... برداشت کے سفر میں پہلا اسٹیشن۔"

طحہٰ نے ہنستے ہوئے کہا، "تو کیا آپ طحہٰ گوندل کی بیوی بن کر سفر مکمل کریں گی؟"

ماریہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا، "بس ایک شرط پر... روز ایک آدھا گھنٹہ مجھے تنگ کرنے کی اجازت ہو گی۔"

طحہٰ نے ہاتھ آگے بڑھا کر کہا، "ڈن! I'll be your official victim forever!"

دونوں کی ہنسی گاڑی میں گونجی — اور اس ہنسی میں وہ بے ساختہ محبت تھی، جو لفظوں میں نہیں، صرف لمحوں میں جیتی جاتی ہے۔

ماریہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ آسمان پر اچانک بجلی چمکی، اور پھر ہلکی بارش شروع ہو گئی۔

طحہٰ نے دھیرے سے ونڈ شیلڈ وائپر آن کیا اور بولا، "تمہیں بارش پسند ہے؟"

ماریہ نے ہولے سے سر ہلایا، "پہلے نہیں تھی... اب لگتا ہے، محبت سی ہونے لگی ہے۔"

طحہٰ نے مسکرا کر کہا، "جس بارش میں تم ساتھ ہو، وہ کسی دعا جیسی لگتی ہے۔"

بارش تیز ہو چکی تھی، اور گاڑی کی رفتار آہستہ، جیسے وقت تھم سا گیا ہو۔

اچانک طحہٰ کی آنکھوں میں پانی چلا گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے آنکھ مسلنے کی کوشش کی۔

ماریہ نے اسے دیکھ کر فوراً اپنا دوپٹہ اُتارا اور نرمی سے اس کے چہرے کی طرف جھکی۔

"رکو... آنکھ خراب ہو جائے گی۔" اس کے لہجے میں ایک انجانی سی بیوی جیسی فکر تھی۔

طحہٰ تھوڑا سا چونکا، پھر خاموش ہو گیا۔

ماریہ نے دوپٹے کے ایک نرم حصے سے طحہٰ کی آنکھوں کے کنارے، ماتھے، اور گال پر گرتے بارش کے قطرے صاف کیے۔

طحہٰ بس اُسے دیکھتا رہا — وہ جو ہمیشہ خاموش رہتی تھی، آج بغیر کہے سب کہہ رہی تھی۔

"اتنے ضدی کیوں ہو تم؟ ہر بات میں خود ہی برداشت کر لیتے ہو۔"

ماریہ کے لہجے میں شکوہ بھی تھا، محبت بھی۔

طحہٰ نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے اس لمحے کو دل میں قید کر لینا چاہتا ہو۔

"تمہارا ہاتھ... تمہارا دوپٹہ... تمہاری فکر — یہ سب میرے لیے کسی دعا جیسے ہیں، ماریہ۔"

اس نے آہستہ سے کہا۔
ماریہ کی انگلیاں تھم گئیں، مگر چہرے پر ہلکی سی شرم بھری مسکراہٹ آ گئی۔
"طحہٰ... اگر تمہیں کچھ ہو جائے تو؟"
"تو تم روتی؟" طحہٰ نے شرارتی نظروں سے دیکھا۔
"نہیں۔ ڈانٹتی۔ بہت زیادہ۔ اتنا کہ تم دوبارہ کچھ نہ کرو خود سے!"
ماریہ نے فوراً جواب دیا، لیکن اس کی آواز میں نمی تھی۔
طحہٰ نے ہاتھ بڑھا کر آہستہ سے اس کی انگلیاں تھام لیں۔
"میں اب کچھ بھی خود سے نہیں کروں گا، جب تک تم ساتھ ہو... میرا خیال رکھنے کے لیے۔"
ماریہ نے نظریں چرا لیں، مگر دل کی دھڑکنوں نے سب کچھ سنا دیا۔
بارش اب تیز ہو چکی تھی، اور ان دونوں کے درمیان ایک ایسا رشتہ بن رہا تھا جو نہ صرف الفاظ سے، بلکہ خاموش لمس سے، بے آواز لمحوں سے جُڑ رہا تھا۔
گاڑی کے شیشوں پر بارش کی ٹپ ٹپ، اندر دلوں کی دھڑکن، اور ان دونوں کے بیچ وہ لمس —
جو وقت کے کسی خوبصورت موڑ پر، ہمیشہ کے لیے ایک یاد بن جانے والا تھا۔
گاڑی اب ماریہ کے گھر کے سامنے رکی تھی۔ بارش تھم چکی تھی، مگر سڑک پر چھوٹے چھوٹے پانی کے قطرے اب بھی ٹمٹما رہے تھے، جیسے ابھی کچھ لمحے پہلے یہاں کوئی خاص دعا قبول ہوئی ہو۔
ماریہ خاموش بیٹھی رہی۔ طحہٰ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا، جیسے اس خاموشی میں وہ لفظ تلاش کر رہا ہو جو زبان ادا نہیں کر سکتی۔
"پہنچ گئی ہو،"
اس نے دھیرے سے کہا، مگر اُس کی آواز میں ایک انجانا سا بوجھ تھا۔
ماریہ نے آہستگی سے دروازے کا ہینڈل تھاما، لیکن اُسے کھولا نہیں۔
صرف سر جھکائے بیٹھی رہی، جیسے دل اجازت مانگ رہا ہو جانے کی۔
"طحہٰ؟"
اچانک اس نے نظریں اٹھائیں۔
"اگر کل کچھ نہ رہا... اگر سب بدل گیا تو؟"

طحہٰ نے اس کی طرف دیکھا، اُس کی آنکھوں میں ٹھہری ہوئی نمی سے لڑتے ہوئے۔

"تو میں پھر بھی تمہیں وہیں ڈھونڈوں گا... جہاں تم آخری بار ملی تھیں —اپنی دعاؤں میں۔"

ماریہ کی آنکھیں بھر آئیں، مگر وہ مسکرائی۔

"تب تک... الوداع؟"

طحہٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں... تب تک —امانت۔ تم میرے دل کی، اور میں تمہاری خاموشی کی۔"

ماریہ دروازہ کھول کر اُتری۔ بارش کے قطروں سے بھیگی زمین پر قدم رکھتے ہوئے، اس نے پلٹ کر ایک آخری بار طحہٰ کو دیکھا —وہ وہیں بیٹھا تھا، مگر اُس کی نظریں اُسی پر تھیں۔

ماریہ کا دوپٹہ ہوا میں ہولا سا اُڑا، اور لمحہ جیسے رک سا گیا۔

پھر وہ چل دی —اپنے گھر کی طرف، اپنے کمرے کی تنہائی کی طرف، اور طحہٰ اپنے دل کے ہجوم کی طرف۔۔۔۔☆☆☆☆

دوسری طرف —کسی اور شہر کے تھانے میں...

دو سائے خاموشی سے ایک بند کمرے سے باہر نکلتے ہیں۔

ایک پولیس آفیسر فائل بند کرتا ہے اور تھکے لہجے میں کہتا ہے:

"فیضان اور دعا کو ثبوتوں کی کمی پر رہا کیا جا رہا ہے... مگر یہ خبر باہر نہیں جانی چاہیے۔ جب تک ہمیں کچھ اور ہاتھ نہ لگے۔"

"مگر سر، وہ دوبارہ نقصان پہنچا سکتے ہیں!"

آفیسر ایک گہری سانس لیتا ہے:

"شاید... لیکن کبھی کبھی کچھ طوفانوں کو خاموشی سے قریب آنے دینا پڑتا ہے... تاکہ وقت پر وار کیا جا سکے۔"

فیضان نے باہر نکلتے ہی آسمان کی طرف دیکھا، ہونٹوں پر ایک ہلکی سی خبیث مسکراہٹ تھی۔

"میں واپس آ رہا ہوں... اور اس بار، صرف کھیلنے نہیں آیا۔"

طحہٰ کے چہرے پر سکون... ماریہ کے چہرے پر خاموش دعا...

اور دور کہیں، طوفان پھر سے کروٹ لینے کو تیار۔☆☆☆☆۔۔۔

...To be continued

ویب سائٹ کے کمنٹ سیکشن میں اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں۔ اس سے لکھاری کی حوصلہ افزائی ہو گی۔ شکریہ!